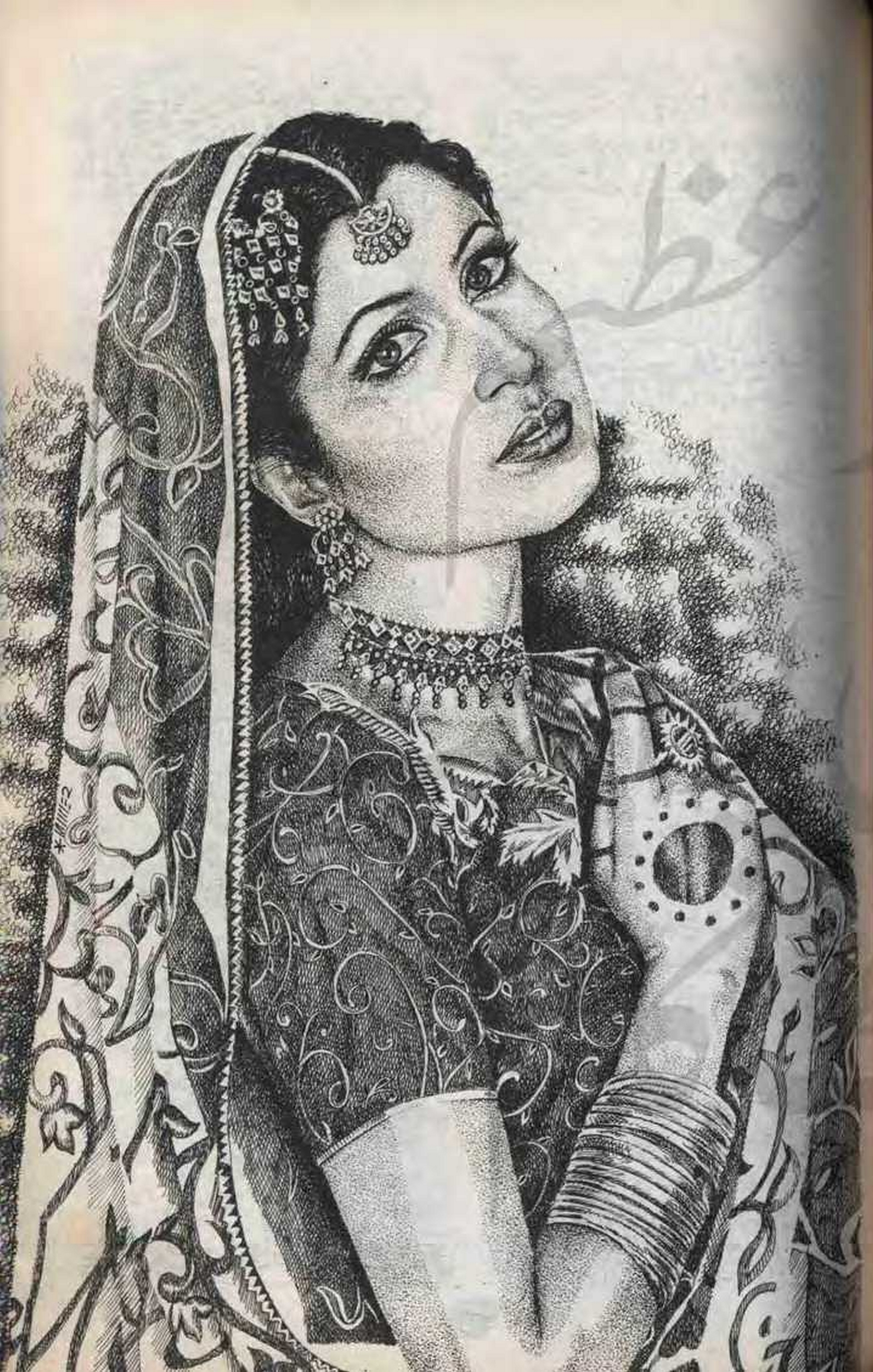

آمنہ ریاض

محبت کا سخن

مکمل ناول

اس نے دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں رگڑ کر سردی کی شدت کو کم کرنا چاہا پھر شانوں کے گرد پڑی شال کو کچھ اور مضبوطی سے اپنے گرد لپیٹا اور لکڑی کا منقش دروازہ دھکیل کر باہر آ گئی۔ نرم ہوا کا سرد جھونکا چہرے کو چھو کر کپکپانے پر مجبور کر گیا تھا ناک میں جیسے مرچیں سی گھل گئیں۔ اس نے دائیں ہاتھ سے ناک رگڑ کر اسے حرارت پہنچائی اور تیز تیز قدم اٹھاتی گیٹ کی طرف آ گئی۔

کہر کی موٹی سی تہ لان کے آخری کونے تک پھیلی ہوئی تھی۔ لرزتے ہاتھوں سے اس نے گیٹ کھول دیا۔ کار میں بیٹھے ولید قاسم نے اسے کسی قدر حیرانگی سے دیکھا پھر جب وہ پورچ میں کار لاک کر رہا تھا تو وہ گیٹ بند کر کے اس کی طرف آ گئی۔

"تم کب آئیں؟" اس نے پہلے خوشگوار سی حیرت کے زیر اثر پوچھا پھر گیٹ کی طرف دیکھا۔

"اور چوکیدار کہاں ہے؟"

"میں شام میں آئی تھی شعیب بھائی کے ساتھ اور چوکیدار کی بیوی بیمار ہو گئی ہے۔"

"اسی لیے تو میں بیوی کو پسند نہیں کرتا ہر دوسرے روز بیمار ہو جانے والی صنف۔"

اس کے پیچھے آتے ہوئے ولید نے افسوس سے اظہار رائے کیا تو وہ جو منقش دروازہ کھول رہی تھی رک گئی اور گردن موڑ کر بولی۔

"ہیں... لیکن تم سے کس نے کہا ہے کہ چوکیدار کی بیوی کو پسند کرتے پھرو۔" پھر سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"سدھر جاؤ ولید قاسم! یہ ادھر ادھر کی تانکا جھانکی تمہیں ضرور بٹوا کر چھوڑے گی۔"

"ارے خوامخواہ پٹیں ہمارے دشمن۔" وہ بے نیازی سے کہتا اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا تو وہ بھی پیچھے ہی چلی آئی۔

"یوں بھی ہمیں کنواریوں کی کمی ہے کیا؟ جو ہم بیویاں دیکھتے پھریں وہ بھی دوسروں کی۔ توبہ توبہ۔ خدا ہمیں اس کڑے وقت سے بچائے۔ ہم تو اپنی بیوی ہی

ایسی لائیں گے جسے دیکھ کر...."

"دوسرے خوش ہوں... ہے نا۔" زینب نے فقرہ اُچک کر مکمل کر دیا ولید ایک پل کو اندر ہی اندر جھینپا۔ وہ بات کو کیا مفہوم دے گئی تھی۔

"بکو مت... ماں جی سو گئیں؟" ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"ہوں سو گئیں۔" وہ بولی ساتھ ہی بیڈ پر اچھالی جانے والی ٹائی کیچ کرتے ہوئے اسے خفگی سے گھورا تو وہ چڑانے والے انداز میں ہنس دیا۔

"کھانا لگا دوں تمہارے لیے ولید؟" ولید نے ایک نظر اسے دیکھا پھر کوٹ کی جیب سے والٹ اور موبائل نکال کر ٹیبل پر رکھ دیا۔

"تم کھا چکیں؟"

"ہوں، ماں جی کے ساتھ ہی کھا لیا تھا۔" اس نے سرسری بتایا پھر بولی۔

"چائنیز رائس بنائے ہیں ساتھ میں۔" ولید نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"اف بس کرو یار! کہیں ایسا نہ ہو میں ندیدہ بن جاؤں... قسم سے پیٹ میں بالکل گنجائش نہیں ہے۔" پھر بولا۔

"یو نو... آج میں اپنی سیکرٹری کے ساتھ ڈنر پر گیا تھا۔" شرٹ کے کف کھولتے ہوئے اس نے بہت رازداری سے بتایا تو وہ سنجیدگی سے بولی۔

"یہ تم اتنی بدذوق سیکرٹریز کیوں اپائنٹ کرتے ہو ولید؟"

"تاکہ میرے اچھے ذوق کی نشاندہی ہو سکے۔" ترت جواب آیا۔

"ویسے میرے اسٹاف میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین اور باذوق لڑکی ہے تبھی تو سب کی سب اپنے باس پر جان چھڑکتی ہیں۔" اس نے فرضی کالر جھاڑے تو وہ مسکرا کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"یہ خوش فہمی آپ کو لے ڈوبے گی حضرت۔"

"جی نہیں حضرت کی کشتی میں سوراخ نہیں ہے۔" وہ ایک دم اس کے اور دروازے کے بیچ حائل ہو گیا۔

"کافی بنا لاؤ بیٹھ کر باتیں کریں گے مجھے ابھی نیند نہیں آ رہی۔"

"نیند تمہیں نہیں آ رہی مگر مجھے آ رہی ہے نا۔ کچن کا رستہ تمہیں معلوم ہی ہے لہٰذا اپنی مدد آپ کے تحت کام کرو۔" وہ اسے ہٹا کر جانے لگی مگر وہ پھر سامنے آ گیا اور بے حد مسکین صورت بنا کر بولا۔

"اتنے دنوں سے اپنی مدد آپ ہی کر رہا تھا اب آ ہی گئی ہو تو یہ کارِ خیر کرتی جاؤ بہت ساری دعائیں دوں گا میں تمہیں۔" اس نے باقاعدہ ہاتھوں سے اشارہ کیا تو وہ ہنس دی۔

"یہ دعائیں تم کل تک سنبھال رکھو۔ آج مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔" ولید نے اس کی سیاہ بھنورا سی آنکھوں کو دیکھا پھر منہ بسور کر ایک طرف ہو گیا گویا جانے کی اجازت دے دی۔ زینب اس کے اس بچوں کے سے انداز پر بہت بے ساختہ ہنسی تھی پھر اس کے بال منتشر کر کے باہر آ گئی۔ اپنے کمرے میں آتے ہی وہ لکھنے بیٹھ گئی تھی۔

"آج مجھے وحید بہت یاد آ رہے ہیں نجانے کیوں؟ ان کی رفاقت میں گزرا ہوا وہ ایک ماہ جو میرے ان دو سالوں پر بھاری ہے مجھے لمحہ بہ لمحہ یاد آ رہا ہے۔ پتا نہیں انہیں دنیا سے جانے کی اتنی جلدی کیوں تھی۔ نہ تو انہوں نے ساتھ جینے کی قسم کھائی اور نہ ساتھ مرنے کا کوئی وعدہ میرے ہاتھ تھمایا۔ تبھی تو شاید اکیلے ہی چلے گئے ورنہ اس ایکسیڈنٹ میں، میں کیا کم زخمی ہوئی تھی۔ آج جب شعیب بھائی مجھے یہاں چھوڑنے آ رہے تھے تو میں نے انہیں اپنی جاب کے متعلق بتا دیا انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا بس خاموش رہے مگر میں جانتی ہوں کہ انہیں میرا یہ اقدام برا لگا ہے۔ ماں جی اور ولید بھی خفا ہوں گے مگر میں کیا کروں۔ آخر کب تک ان دونوں گھروں کے بیچ ڈولتی رہوں۔ ایسا نہیں ہے کہ مجھے روپے پیسے کی ضرورت ہے، یہ ضرورت تو شعیب بھائی، تہمینہ بھابی، ماں جی وقتاً فوقتاً بنا کہے ہی پوری کر دیتے ہیں مگر اب میں کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتی کل

کلاں کو بھابھی اگر روایتی بھابھی بن بھی گئیں (خدانخواستہ) تو ماں جی تو ہیں ہی جنہوں نے پھوپھی یا ساس کی بجائے مجھے بالکل ماں کی سی محبت دی ہے پھر اگر کل کو ولید کی بیوی... خیر آنے والا وقت تو ہر ایک کو ڈراتا ہے اور میں تو اسی ہر ایک میں شامل ہوں۔ اب میں سو جاتی ہوں کیونکہ وہ مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔ کچن سے کھٹ پٹ کی آوازیں آ رہی ہیں یقیناً ولید کافی بنا رہا ہوگا میرا خیال ہے اب اس کا بھی کوئی بندوبست کر ہی دینا چاہیے۔ ویسے وہ مجھے بے حد پیارا ہے بالکل وحید کی کاربن کاپی۔ بس یہاں سنجیدگی نہیں ہے۔"

وہ کچھ اور بھی لکھنا چاہتی تھی مگر نیند کی دیوی کچھ ایسی مہربان ہوئی کہ وہ لائیٹ بھی آف نہ کر سکی۔

✡ ✡ ✡

"ولید! تمہیں خدا کا واسطہ ہے اب اٹھ بھی چکو۔" چوتھی بار دروازے میں سے منہ نکال کر چیخنے کی بجائے اس نے اندر آ کر کمبل ہی کھینچ لیا اور یہ ترکیب ہمیشہ کی طرح کارگر رہی تھی۔

"تم ہمیشہ بدصورت ولن کی طرح انٹری دیا کرو زینب خاتون۔" نیند سے بوجھل آواز میں وہ جھنجھلا کر بولا۔

"اب کیا کیا میں نے؟" وہ مسکراہٹ دبا کر کمبل سمیٹنے لگی۔

"کیا کیا؟" وہ اٹھ بیٹھا پھر انگلیوں سے بال سنوارتے ہوئے بولا۔

"ساری ہی شادی اچھی طرح سے ہو گئی اب تو بس میں اپنی دلہن کا گھونگھٹ اٹھانے ہی والا تھا کہ تم ٹپک پڑیں۔"

"ہاہاہا... تم اور تمہارے خواب۔"

"کیوں کیا خرابی ہے میرے خواب میں۔" وہ لڑنے کو تیار تھا۔

"معاف کرو مجھے، کوئی خرابی نہیں ہے تمہارے خوابوں میں۔" وہ بولی۔ "میں یہ کہہ رہی تھی کہ...

"کہ تم ناشتا تیار کر چکی ہو۔ میں پانچ منٹ میں تیار ہو کر آ جاؤں اور دیر کرنے کی صورت میں مجھے کچھ بھی کھانے کو نہیں ملے گا۔ یہی نا۔" ولید نے تائید طلب نظروں سے اسے دیکھا پھر جھٹکے سے کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"تم چلو میں پانچ منٹ کی بجائے چار منٹ میں تیار ہو کر آ رہا ہوں۔" پھر اپنے کہنے کے مطابق وہ چار منٹ میں ہی آیا تھا تب تک وہ اور ماں جی ناشتا شروع کر چکی تھیں۔

"تم آفس کتنے بجے جاؤ گے ولید؟" ولید جو اخبار سامنے پھیلائے جلدی جلدی ہیڈ لائنز پر نظریں دوڑا رہا تھا سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر اخبار ایک طرف ڈال کر آملیٹ والی پلیٹ اپنے آگے گھسیٹ لی۔

"جتنے بجے روز جاتا ہوں... کیوں؟" اس نے بتا کر پوچھا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔" ولید نے کسی قدر حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"آفس...؟" زینب مسکرائی ابھی وہ اسے لاہور آنے کا مقصد نہیں بتانا چاہتی تھی۔

"نہیں۔ آفس تم اکیلے ہی جانا مجھے کہیں اور جانا ہے۔"

"ہوں یعنی لفٹ چاہیے۔" وہ اثبات میں مسکرا دی پھر جب وہ چائے کا آخری سپ بھی حلق میں اتار چکا تو اٹھتے ہوئے بولا۔

"اچھا ماں جی! میں جا رہا ہوں۔"

"اور میں بھی۔" زینب بھی اٹھ کھڑی ہوئی ماں جی نے بہت شفقت سے دونوں کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور نصیحت بطورِ خاص ولید کو کی تھی۔

"جی ماں جی! میں سلو ڈرائیو ہی کروں گا اور پھر یہ جانشین ہے نا آپ کی میرے ساتھ۔"

اس نے زینب کی طرف اشارہ کیا تھا اس کے بعد وہ یکے بعد دیگرے باہر نکلے تھے۔

"کہاں ڈراپ کروں تمہیں؟" مین روڈ پر آتے ہی اس نے پوچھا تھا۔

"ڈی پی ایس کے سامنے۔" زینب نے حتی المقدور سرسری انداز اختیار کیا تھا اس کے باوجود وہ چونک گیا ایک نظر اسے دیکھا پھر ونڈ اسکرین سے باہر نظریں جماتے ہوئے بولا۔

"ڈی پی ایس... اسکول؟" زینب نے سر ہلا کر اس کے شک پر تصدیق کی مہر لگا دی۔

"میری معلومات کے مطابق تو تم ہسٹری میں ماسٹرز کر چکی ہو پھر یہ یکایک نرسری میں ایڈمیشن لینے کا خیال کیوں آیا تمہیں؟" اس کی شرارت کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولی۔

"مجھے جاب مل گئی ہے ولید اور آج ہی سے جوائن کرنا ہے۔" اسے پتا تھا کہ یہ بات ماں جی کی طرح ولید کو بھی بری لگے گی انہیں تو وہ کسی طرح راضی کر ہی چکی تھی اور اب اپنی بات کا ردعمل اس کے چہرے پر صاف دیکھ رہی تھی۔

"تم..." اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا پھر فوراً ہی لب بھینچ کر نظریں باہر نکادیں۔ آنکھوں میں صاف درشتگی اور خفگی جیسے تاثرات نظر آرہے تھے کار کی اسپیڈ بھی غیر معمولی حد تک بڑھا دی گئی تھی۔ زینب نے اس کے تنے ہوئے چہرے کو دیکھا پھر خاموشی میں ہی عافیت جانی۔ اگرچہ اسکول میں پہلا دن تھا مگر چونکہ اس کا ذہن ولید میں اٹکا ہوا تھا سو وہ کچھ بھی ڈھنگ سے نہ کر پائی۔

واپسی اسکول وین سے ہوئی تھی ولید کے آنے میں ابھی کچھ دیر تھی سو وہ ماں جی کے کمرے میں آگئی وہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں۔ یہ مسکراہٹ غالباً ان کی شخصیت کا حصہ تھی کیونکہ ولید کو دیکھ کر بھی ایسی ہی مسکراہٹ کی کرنیں ان کے ہونٹوں پر دمکتی تھیں۔

"کیسا رہا اسکول کا پہلا دن۔"

"جی بس ٹھیک رہا۔" وہ تکان زدہ سا جواب دے کر ان کے ساتھ ہی کمبل میں گھس گئی ماں جی نے بڑی محبت سے اس کی پیشانی سے بال سمیٹے تھے۔

"تھک گئی ہونا۔" وہ واقعی تھک گئی تھی مگر ان کا خیال کرتے ہوئے ہنس کر نفی میں سر ہلا دیا مگر ان کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔

"اسی لیے تو میں تمہیں روک رہی تھی آخر ضرورت ہی کیا ہے تمہیں نوکری کی؟"

"گھر میں فارغ رہ رہ کر میں بہت بور ہو چکی ہوں ماں جی! پچھلے سال تک تو پڑھائی تھی مگر اب..." ولید کو اندر آتا دیکھ کر وہ خاموش ہو گئی۔

"السلام علیکم ماں جی!" اس نے بڑی سنجیدگی سے آ کر ماں جی کے سامنے سر جھکایا تھا۔

"آج تم جلدی کیسے آگئے ولید۔" اس کی پیشانی پر پیار کرتے ہوئے انہوں نے کسی قدر تشویش سے دریافت کیا تھا۔ وہ کرسی گھسیٹ کر ان کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"کچھ خاص وجہ نہیں ذرا سر میں درد تھا۔"

"تم کپڑے بدل لو تب تک میں کھانا گرم کر دیتی ہوں اس کے بعد چائے پی کر کچھ دیر کے لیے سو جاؤ درد ٹھیک ہو جائے گا۔"

"آپ بیٹھئے ماں جی! میں گرم کر لیتی ہوں۔" زینب نے روکنا چاہا تو وہ بولیں۔

"تم بھی تو تھکی ہوئی ہو۔" وہ باہر نکل گئیں زینب جو کچھ سوچ کر رک گئی تھی پہلے بند دروازے کو دیکھا پھر اسے۔

"میں بھی تم سے بڑی ہوں کبھی مجھے بھی سلام کر لیا کرو۔" ولید نے اسے خفگی سے گھورا تو وہ جو ہنسی دبائے بیٹھی تھی یک دم کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ وہ اسے ہنستے دیکھتا رہا پھر باہر جانے لگا تو وہ ایک دم اس کے سامنے آ گئی۔

"خفا ہو؟" اگرچہ معلوم تھا پھر بھی ڈور کا سرا کہیں سے تو پکڑنا ہی تھا ولید نے جواب دینے کی بجائے سینے پر بازو باندھ کر اپنی گہری نظریں اس کے چہرے پر گاڑ دیں جن میں خفگی بھی تھی تاسف بھی۔

"تم میری پوزیشن سمجھنے کی کوشش کرو ولید، میں..." اس نے توقف کیا۔

"میں گھر میں بیٹھے بیٹھے بور ہو جاتی ہوں۔" اس نے اپنی بے بسی کا اظہار یوں ہی مناسب سمجھا۔ ولید

اسے دیکھتا رہا پھر پچھلے صحن کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں جا رکا۔

"بوریت دور کرنے کے اور بھی سو ہزار طریقے ہیں۔" اس نے رک کر ایک ہی پل میں جیسے سارے حالات کا جائزہ لیا۔ وہ زینب کو بہت حد تک سمجھنے لگا تھا تبھی بولا۔

"بور ہو جاتی ہو تو میرے ساتھ آفس چلو۔ مجھے یہ بات قطعاً پسند نہیں ہے کہ ہمارے خاندان کی لڑکیاں یوں ٹکے ٹکے کی نوکریاں کرتی پھریں۔" وہ قطعیت سے بولا۔

"ٹکے ٹکے کی نوکریاں۔" اسے جیسے جملے کے اسی حصے پر اعتراض تھا۔ "وہ لوگ مجھے بہت اچھی پے دے رہے ہیں ولید۔"

"اچھی پے۔" اس نے دوہرایا پھر طنز سے بولا۔

"کتنی دے رہے ہیں۔ تین ہزار، چھ ہزار یا اس سے بھی کچھ زیادہ؟" زینب جھنجلا کر بیڈ پر بیٹھ گئی وہ اپنی بات اسے سمجھا نہیں پا رہی تھی۔ ولید نے اسے الجھن میں دیکھا تو اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔

"ہمارا بزنس میں نے اور وحید بھائی نے مل کر شروع کیا تھا زینب! لہٰذا تمہارا حق بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ میرا... اب اگر تم جاب ہی کرنا چاہتی ہو تو آفس آجایا کرو اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ تمہیں تمہاری الٹی سیدھی سوچوں سے بھی نجات مل جائے گی۔" وہ جیسے اس کی چوری پکڑتے ہوئے مسکرایا زینب کی نظریں گود میں رکھے ہاتھوں سے نہیں ہٹی تھیں۔ ولید نے کچھ دیر جواب کا انتظار کیا پھر دایاں ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر اس کا سر دائیں بائیں ہلا دیا۔

"سن رہی ہو یا نہیں؟"

"سن چکی ہوں۔" اس نے جھنجلا کر اس کا ہاتھ جھٹکا تو ولید مسکرایا۔

"سمجھی بھی ہو یا..."

"سمجھ گئی ہوں۔" وہ تیزی سے بولی ولید اپنے گھٹنوں پر ہتھیلیوں سے بوجھ ڈال کر اٹھ کھڑا ہوا۔

ماضی، حال، مستقبل، محبت، شادی
اور قسمت
آپ کا برج کیا کہتا ہے؟
آپ کے ستارے
○ آپ اپنی شخصیت کا جائزہ لیں اور اپنے دوستوں کو پہچانیں۔ اپنے منفی پہلو پر غور کریں اور خوبیوں کو ابھاریں
یہ کتاب آپ کی بہترین دوست اور تنہائی کی ساتھی ثابت ہوگی۔
○ پہلی بار 12 برجوں پر ایک مستند کتاب آج ہی قریبی بک اسٹال و ہاکر سے طلب فرمائیں۔
○ 400 صفحات آفسٹ پرنٹنگ، مجلد
خوبصورت سرورق
قیمت صرف 150
(ڈاک خرچ پیکنگ فری)
○ آج ہی 150 روپے کا ڈرافٹ یا آرڈر منی آرڈر ارسال فرمائیں۔
ڈاک سے منگوانے اور دستی خریداری کے لیے تشریف لائیں۔
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37۔ اردو بازار کراچی
فون: 216361

"اچھا کیا سمجھی ہو؟" متبسم و شریر لہجے میں اس نے دریافت کیا۔

"یہی کہ تم بہت بڑے ہوگئے ہو اور نصیحتیں کرنے لگے ہو۔" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ خفگی سے بولی تھی۔ ولید ہنستا ہی چلا گیا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا۔

"ہنستی رہا کرو زینب اچھی لگتی ہو۔" وہ اپنی پیاری سی دوست کو بہت پیار سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"ظاہر ہے میں اچھی ہوں تو اچھی ہی لگوں گی نا۔" وہ مسکراہٹ دبا کر اور ایک شان بے نیازی سے کہہ کر باہر نکل گئی ولید وہیں کھڑا سوچتا رہا پھر مسکرا دیا اس رات وہ اپنی ڈائری میں لکھ رہا تھا۔

"مجھے لفظوں سے کھیلنا نہیں آتا صرف اتنا کہوں گا کہ اس کی مسکان بہت خوب صورت ہے شاید اس دن بھی وہ مسکرا ہی رہی تھی جب پہلی بار میرے دل نے اسے حاصل کرنے کی تمنا کی تھی۔"

☼ ☼ ☼

شام بڑی اجلی سی تھی گزشتہ دنوں کے برعکس آج کہر نے اپنے پنکھ نہیں پھیلائے تھے اس کے باوجود سردی بے حد کڑا کے دار تھی۔ ماں جی، عبدالکریم کو ساتھ لگائے گندم اور خشک میوہ جات ملا کر نشاستہ تیار کر رہی تھیں ان کے خیال میں یہ گاؤں کی خاص سوغات تھی جو انہوں نے اپنی دادی سے سیکھی تھی۔ وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھی تھی جس پر کوئی گیتوں کا پروگرام چل رہا تھا۔ ایک نظر اسکرین پر ڈالتی دوسری ہاتھ میں پکڑی کتاب پر اور ساتھ ہی ساتھ مونگ پھلی سے لطف اندوز ہوا جا رہا تھا۔ ولید ابھی سو کر اٹھا تھا سیڑھیاں اترتے اسے دیکھا تو وہیں اس کے قریب آکر بیٹھ گیا۔

"اسلام علیکم۔" آواز میں ابھی بھی نیند کا اثر تھا۔

"وعلیکم اسلام۔" زینب نے اسے دیکھا پھر وال کلاک کو۔ "یہ کوئی وقت ہے اٹھنے کا۔"

"آج سنڈے ہے۔" اس نے دیر سے اٹھنے کی اپنے تئیں معقول وجہ بتائی تو وہ مزید ڈپٹ کر بولی۔

"سنڈے ہے نہیں بلکہ تھا شام کے پانچ بج رہے ہیں اس وقت۔"

"یہ تم کیا پڑھ رہی ہو؟" اس کی بات ان سنی کر کے وہ اس کے ہاتھ سے کتاب لے کر دیکھنے لگا۔ زینب نے اسے گھورا پھر کتاب جھپٹ لی۔

"تمہیں سمجھ نہیں آئے گی۔"

"مجھے سمجھنے کا شوق بھی نہیں ہے۔" اس نے ناگواری سے ناک سکیڑ کر کہا۔

"اس کتاب کا تو نام ہی اس قدر خوفناک ہے کہ بندہ محبت سے ہی گھبرا جائے 'اوہ گاڈ۔'"

"محبت مردہ پھولوں کی سمفنی۔" "یہ کوئی نام ہے۔ ایک تو محبت پھر پھول وہ بھی مردہ اور یہ سمفنی کیا بلا ہے؟ نجانے یہ اردو رائیٹرز کس قسم کے نام رکھتے ہیں۔ اب یہ دیکھو۔" اس نے میز پر پڑی کتاب اٹھائی۔

"قربت مرگ میں محبت... قربت مرگ..." یہ لفظ اس نے زیر لب دوہرایا تھا پھر سر کھجا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ قربت کیا ہوتی ہے؟"

"تمہارا سر ہوتی ہے۔" زینب نے کتاب کھینچ لی۔

"اب خدا کے واسطے میرے سر کی شان میں قصیدے نہ پڑھنا بس جلدی سے اٹھ کر تیار ہو جاؤ ذرا مارکیٹ تک جانا ہے۔"

"میں نہیں جا رہی۔" زینب نے خفگی کے اظہار کے طور پر چہرے کے آگے کتاب کھول لی مگر ولید نے کتاب چھین لی۔

"خوامخواہ نہیں جا رہی... بس اب میں ایک لفظ نہیں سنوں گا فوراً" سے پیشتر اٹھ جاؤ۔"

وہ رعب سے بولا اور اس رعب میں استحقاق تھا زینب کو نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھنا پڑا۔ ولید کے دوست کی شادی تھی جس کے لیے اسے گفٹ لینا تھا تبھی چوائس کے لیے اسے لے آیا تھا۔ گفٹ خرید کر وہ اس کے "نہ نہ" کے باوجود مارکیٹ سے منسلک

چھوٹے سے ریسٹورینٹ میں سوپ پلوانے لے آیا تھا۔ مینیو کارڈ پر نظر دوڑانے سے پہلے ہی وہ اپنا فیوریٹ سوپ آرڈر کر کے بیٹھ گیا پھر نگاہ نجانے کہاں گئی تو "میں ابھی آیا" کہہ کر کچھ فاصلے پر موجود ٹیبل کی طرف چلا گیا واپسی ایک بے حد خوبصورت لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی۔

"زینب یہ فاطین ہیں۔" ولید نے تعارف کروایا تو زینب نے مسکرا کر اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا وہ لڑکی خوب صورت ہونے کے ساتھ ہی خوش اخلاق و خوش گفتار بھی تھی۔ زینب کو اندازہ ہوا کہ وہ اور ولید آپس میں کافی فرینک ہیں۔

"اچھا بھئی میں تو اب چلتی ہوں۔" کچھ دیر بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی زینب نے ساتھ سوپ پینے کی دعوت دی تو بولی۔

"ڈیو رہا ابھی تو میں اپنے کزن کے ساتھ آئی ہوں ابھی بھی وہ وہاں تنہا بیٹھا مجھے گالیاں دے رہا ہو گا۔"

"اسے بھی یہیں بلا لیتے ہیں۔" ولید کہنے کے ساتھ ہی اٹھ کر چلا بھی گیا تھا فاطین اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی۔ واپسی تک زینب کے ذہن میں ایک سوال کھد بد مچاتا رہا تبھی جب ولید نے گاڑی فرسٹ گیئر میں ڈالی تو بولی۔

"بہت اچھی لڑکی ہے فاطین... ہے نا۔"

"ہم اچھے تو ہمارے فرینڈز بھی اچھے۔" اس نے فرضی کالر جھاڑے زینب نے ایک چپت اس کے شانے پر رسید کی تھی تو وہ ہنسنے لگا۔

"بات سنو میری ولید! ماں جی اب تمہاری شادی کر دینا چاہتی ہیں۔"

"ہاں تو ضرور کریں میں نے کب منع کیا ہے۔" وہ مسکراہٹ دبا کر بولا زینب پر جوش انداز میں اس کی طرف گھوم گئی۔

"کوئی لڑکی ہے نظر میں؟"

"صرف ایک... بھئی بہت ساری ہیں۔" آنکھوں میں شرارت ہمکنے لگی تھی زینب کا جوش صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"سنجیدہ ہو جاؤ ولید! ماں جی واقعی بہو لانا چاہ رہی ہیں۔"

"یار میں سو فیصد سنجیدہ ہوں ماں جی حکم تو کریں میں ان کے قدموں میں آج ہی بہوؤں کا ڈھیر لگا دوں گا۔"

"مجھے ٹالنے کی کوشش مت کرو... سچ سچ بتاؤ فاطین ہے نا وہ۔"

"کیا غضب کر رہی ہو زینب! وہ صرف میری دوست ہے۔"

"دوستی ہی محبت کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے۔" ولید نے یک دم گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"اب کیا تکلیف ہے؟" وہ چڑ گئی تھی۔

"کچھ نہیں۔" ولید نے نفی میں گردن ہلا کر نظریں واپس باہر ٹکا دیں زینب تپ کر باہر دیکھنے لگی اور ناراضگی کے اظہار کے طور پر وہ باقی کا تمام راستہ خاموش رہی تھی۔ ولید خود ہی بولتا رہا اس کی خاموشی پر فقرے کستا رہا مگر وہ خاموش رہی گھر پہنچ کر وہ بغیر کچھ کہے فوراً" کار سے اتر جانا چاہتی تھی مگر ولید نے پکارا تو وہ رک گئی البتہ نہ کچھ کہا اور نہ پلٹی۔

"وہ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے زینب۔" اسٹیئرنگ پر دونوں ہتھیلیاں جمائے ونڈ اسکرین سے باہر پورچ کے فرش پر کسی ان دیکھے ذرے کو کھوجتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولا تھا زینب ایک پل کو ٹھٹکی پھر اس بات کو اپنی پہلی گفتگو سے اخذ کرتے ہوئے وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے اس کی طرف گھوم گئی۔

"کہو۔" چہرے پر اس وقت حد درجہ سنجیدگی تھی ولید نے گردن موڑ کر اس کی صورت دیکھی پھر جھجکتے ہوئے انداز میں بولا۔

"تم... خفا تو نہیں ہو گی؟"

"نہیں تم کہو۔"

"آں... اچھا رہنے دو۔" وہ اپنی جانب کا دروازہ کھول رہا تھا زینب نے ایک دم اس کا بازو پکڑ لیا۔

"نہیں مجھے بتاؤ۔" ساری سنجیدگی ہوا ہو گئی تھی اب وہاں فقط تجسس ہی تجسس تھا ولید نے ایک نظر

اس پر ڈالی۔
"تم خفا ہو جاؤ گی زینب۔" وہ بے بسی کے سے انداز میں اسے تنبیہہ کر رہا تھا وہ ایک دم بولی۔
"نہیں میں خفا نہیں ہوں گی تم کہو۔"
"وہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔" اس نے توقف کیا زینب کا تجسس انتہا کو چھونے لگا۔
"کہ تم "ڈل" کلر مت پہنا کرو بھوتنی لگتی ہو۔" اپنا جملہ مکمل کرتے ہی وہ منہ پھاڑ کر ہنسنے لگا تھا زینب کے اعصاب ایک پل کو ڈھیلے پڑ کر تن گئے اسے اس قدر احمقانہ بات کی توقع نہیں تھی ذہن میں تو اس کی شادی گھوم رہی تھی لہٰذا ایک جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑ کر اتر گئی ولید نے روکا بھی نہیں کیونکہ وہ ہنسنے میں مصروف تھا۔

☼ ☼ ☼

چمکدار دھوپ کی حدت جسم کو بہت بھلی لگ رہی تھی۔ بیرونی دیوار سے لپٹی بوگن ویلیا بھی بڑی خوش نظر آ رہی تھی دھوبن چڑیا کے ساتھ مل کر قمریوں نے ایک اودھم سا مچا رکھا تھا زمردیں سبزہ نکھر کر عجب ہی چھب دکھلا رہا تھا اور ایسے میں لان کے بیچوں بیچ کین کی سفید کرسیوں پر براجمان ولید قاسم کینوؤں سے شغل فرماتے ہوئے بہت سنجیدگی سے کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا زینب کے ساتھ عبدالکریم کو آتا دیکھ کر اس نے موضوع بدل دیا۔ عبدالکریم غیر معمولی طور پر چپ تھا بلکہ سنجیدگی سے منہ پھلائے ہوئے تھا۔
"تمہیں کیا ہوا ہے؟" ماں جی نے پوچھا وہ ٹرے ٹیبل پر پٹخنے کے سے انداز میں رکھ کر سیدھا ہوا پھر اور دونوں بازو کمر پر رکھ کر ایک خفگی بھری نگاہ زینب پر ڈالی۔
"یار عبدل! یہ گھوریاں بعد میں ڈال لینا پہلے یہ بتاؤ کدو کے جیسی شکل کیوں بنا رکھی ہے۔"
"آپ کو پتا ہے سر جی! یہ باجی جی کل جا رہی ہیں اپنے پائی جان کے گھر۔ پوچھیں ماں جی! کیوں جا رہی ہیں اتنی جلدی۔" شکایتی سے انداز میں وہ ماں جی کی طرف گھوما۔
"میرا جانا ضروری ہے عبدل اور پورے تین دن سے میں یہیں تو ہوں۔" زینب نے نرمی سے اسے سمجھایا پندرہ سولہ سال کا یہ لڑکا ماں جی نے جز وقتی کام کاج کے لیے رکھا ہوا تھا دس سال کی عمر میں وہ اس گھر میں آیا تھا اور اب تک بہت کھل مل گیا تھا زینب کے سمجھانے کے باوجود وہ ہنوز خفا شکل بنائے اندر کی طرف چلا گیا تو ماں جی بولیں۔
"ایک تو پہلے ہی اتنے دنوں بعد آتی ہو پھر جانے کی بھی جلدی ہوتی ہے کتنی بار کہا ہے میرے ہی پاس رہو مگر تم سنتی ہی نہیں ہو۔۔۔ میرا دل نہیں لگتا زینب۔"
"میرا بھی۔۔۔" کسی کے دل میں گونج ابھر کر لبوں پر خفیف سا تبسم بکھیر گئی تھی۔ زینب نے بڑے پیار سے ماں جی کے گلے میں بازو حمائل کر دیے۔
"پکا وعدہ اگلی بار آؤں گی تو آپ کے پاس بہت دن رہوں گی ابھی میرا جانا ضروری ہے وہاں ساہیوال میں تہمینہ بھابھی میرے بغیر تنہا ہو جاتی ہیں اور اب کل سے بخار میں پھنک رہی ہیں تبھی شعیب بھائی نے مجھے فون کیا ہے۔"
"کہتی تو تم بھی ٹھیک ہو تنہائی بڑا عذاب ہے اور بڑھاپے میں تو ویسے بھی گھنٹے صدیاں بن جاتے ہیں یہ ولید تو سارا دن آفس میں ہوتا ہے شام میں دوستوں کے ساتھ نکل جاتا ہے خالی گھر مجھے تو کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔"
"اداس مت ہوں ماں جی! آپ کہہ رہی تھیں ناں کہ اب ولید کی شادی ہو جانی چاہیے تو یہ بہت مناسب وقت ہے اس کی شادی کے لئے اس کے بعد آپ ایک درجن بچوں کی دادی بن جائیں گی ساری تنہائی ختم ہو جائے گی۔۔۔ کیوں ولید؟" وہ ان کی افسردگی ختم کرنے کے خیال سے بولی تھی ساتھ ہی اسے بھی شامل گفتگو کیا تھا۔
"ارے صرف ایک درجن ہی کیوں؟ میں تو دو درجن کا ارادہ کیے بیٹھا ہوں۔"
"شرم کرو۔ ماں کے سامنے اس قسم کی بات کرتے

حیا نہیں آتی؟" انہوں نے ڈپٹا تو وہ کرسی ان کے کچھ اور قریب گھسیٹ لایا۔
"میں تو صرف آپ کی وجہ سے کہہ رہا تھا ورنہ مجھے تو آدھ درجن بھی کافی رہیں گے۔" اس کا انداز ابھی بھی شریر سا تھا۔
"تم بچوں کو ہم ماں باپ کی خوشیوں کا احساس ہوتا ہی کب ہے۔"
"ارے۔۔۔" وہ احتجاج کرنا چاہتا تھا۔
"ایک وہ حیدر ہے ایسا بیوی اور بیٹی' بیٹا کے ساتھ جا کر وہیں بسا کہ ماں کو ہی بھول گیا اتنا نہیں ہوتا کہ کبھی سال دو سال بعد آ کر بوڑھی ماں کو صورت دکھا جائے مرحوم باپ کی قبر پر دو حرف فاتحہ کے ہی پڑھ دے۔" وہ قصے پیچ در پیچ کھولتی ہی جا رہی تھیں ابھی مزید ارادہ تھا مگر عبدل نے ان کی نند کے فون کی بابت خبر دی تو وہ اندر چلی گئیں تو وہ افسردگی سے بولی۔
"دیکھا ماں جی؟ کتنی تنہائی محسوس کرنے لگی ہیں۔"
"ہوں دیکھا۔"
"تم واقعی شادی کر لو ولید! بہو کے آنے سے کم سے کم ماں جی کی تنہائی تو دور ہو گی۔"
"اچھا۔" زینب نے تھوڑا الجھ کر اسے دیکھا۔
"تم واپس کب جا رہی ہو۔" اس نے پوچھا تھا۔
"کل شام کو۔ شعیب بھائی آ رہے ہیں لینے۔"
"ہوں۔" وہ کچھ پل خاموش رہا پھر بولا۔
"تمہیں پتا ہے ابھی ماں جی مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ ہماری زینب عام لڑکیوں جیسی بالکل بھی نہیں ہے۔"
"میں۔۔۔ بھلا اس بات کا کیا مطلب؟"
"مطلب یہ کہ تم میں عام لڑکیوں والے گٹس تو سرے سے ہیں ہی نہیں۔۔۔ سب لڑکیاں کتنی ہنس مکھ ہوتی ہیں ہر دم ہنستی مسکراتی' شرارتیں کرتی ہوئیں جبکہ تم۔۔۔" اس نے ناگواری سے ناک سکیڑی۔
"ہر وقت ہی سڑی بسی شکل لیے گھومتی ہو۔ ہنستی بھی ہو تو یوں گویا ہنسی ادھار لے رکھی ہو جسے سینٹ سینٹ کر استعمال کرنا فرض ہو۔" زینب خاموشی سے اسے سنتی رہی۔
"خیر سڑی بسی شکل تو نہیں ہے میری اور ہنستی بھی میں خوب ہوں جہاں تک عام لڑکیوں والی بات ہے تو دو مہینے بعد میں پورے چھبیس برس کی ہو جاؤں گی اور اس عمر میں لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں یعنی سنجیدہ اور سوبر۔" اس نے آخری دو لفظوں پر زور دیا تو ولید بولا۔
"ہوں۔۔۔ سنجیدہ اور سوبر۔۔۔" پھر کندھے اچکا کر بولا۔ "ہمیں تو یوں بھی اس دادیوں والے اسٹائل میں اچھی لگتی ہو یعنی سنجیدہ اور سوبر۔" اس نے بھی آخری دو لفظوں پر ہی زور دیا تھا زینب کا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا تعریف کا یہ انداز کوئی نیا تو نہ تھا اس نے ہنستے ہوئے ولید کے بال منتشر کرنا چاہے تو ولید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہتھیلی اپنے سامنے کھول لی اور کتنی ہی دیر تک دیکھتا رہا۔
"کیا دیکھ رہے ہو؟" زینب نے بھی اپنی نگاہیں ہتھیلی پر جمائیں۔
"دیکھ رہا ہوں اس ہاتھ کی لکیروں میں میرا نام بھی ہے یا نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولا مگر آنکھیں شرارت سے لبریز تھیں۔
"تو پھر مل گیا اپنا نام۔" وہ بھی شرارت سے گویا ہوئی۔
"ہاں مل گیا۔" ولید نے اس کا ہاتھ دونوں ہتھیلیوں میں جکڑ کر نگاہیں اس کے چہرے پر ٹکا دیں اور بولا۔
"زینب۔۔۔ مجھ سے شادی کرو گی۔" ایک پل اور اس ایک پل میں آسمان پر موجود ستارے یکے بعد دیگرے ٹوٹنے لگے زینب گنگ سی اس کی صورت تکے گئی شاید وہ مذاق کر رہا ہو۔ مگر وہاں نہ مذاق تھا اور نہ شرارت بلکہ ایک نرم سا تاثر تھا زینب نے ناگواری سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔
"کیا بکواس کر رہے ہو۔" اس کا خیال تھا کہ اسے یوں غصے میں دیکھ کر یقیناً وہ ہنس دے گا مگر وہ بولا۔
"بکواس نہیں ہے لڑکی! پرپوز کر رہا ہوں میں تمہیں

۔۔ کہو کروگی مجھ سے شادی۔"

"شٹ اپ ولید۔۔ آئی سے جسٹ شٹ اپ۔" وہ دھاڑی۔

"اگر تم مذاق کر رہے ہو تو یہ انتہائی گھٹیا مذاق ہے۔"

"مذاق۔۔" اس نے اسے یوں دیکھا جیسے اس کی عقل پر افسوس کر رہا ہو۔

"مذاق نہیں ہے یہ زینب! میں سنجیدہ ہوں۔ شادی کرنا چاہتا ہوں تم سے کیونکہ تمہیں چاہنے لگا ہوں میں اور۔۔"

"بس۔۔" زینب نے انگلی اٹھا کر روک دیا۔ "بس ولید قاسم! اب آگے ایک لفظ بھی مت کہنا۔" وہ مارے طیش کے لرز ہی تو گئی تھی۔

"زینب! میری۔۔" زینب جھٹکے سے اٹھی تھی اور پاؤں پٹختی اندر چلی گئی تھی ولید نے اسے جاتے دیکھا پھر انگلیوں سے بال سنوارتے ہوئے کمر کرسی کی پشت سے ٹکادی تھی۔

"شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتے۔" وہ مسکرایا اور کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔

زینب اسی شام کو چلی گئی تھی اور ولید جانتا تھا کہ وہ بہت خفا ہو کر گئی ہے۔

☼ ☼ ☼

"شکر ہے تم آگئیں پتا ہے میں تمہیں کتنا مس کر رہی تھی۔" اسے چائے کا مگ تھما کر تہمینہ بھابی اس کے قریب ہی بیٹھ گئی تھیں۔

"یہاں آپ مس کرتی ہیں اور وہاں ماں جی۔" وہ چائے کا بڑا سا سپ لیتے ہوئے مسکرائی۔

"صرف ماں جی؟۔۔ ولید بھی تو تمہیں مس کرتا ہو گا۔" اسے لگا بھابھی طنز کر رہی ہیں مگر ان کا انداز بہت عام سا تھا وہ اپنی ہی سوچ کو رد کرتے ہوئے بدقت پھر مسکرائی۔

"ہاں وہ بھی۔۔ بلکہ وہ تو مجھے آنے ہی نہیں دے رہا تھا آپ کی بیماری کا بتایا تبھی آنے دیا اسٹیشن پر بھی وہ ہی مجھے چھوڑنے آیا تھا۔" وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ جھوٹ کیوں بول رہی ہے۔

"بہت اچھا کیا تم نے جو آگئیں اب کچھ دن اطمینان سے ہمارے ہی پاس رہو پھر تو وہیں رہنا ہے۔" زینب ٹھٹک گئی چائے کا گھونٹ حلق میں اٹک گیا تھا۔

"کیا مطلب۔۔ بھابھی؟" اب کے بھابھی چونکیں بالکل ہی بے اختیاری میں کہہ گئیں تھیں سو فوراً بات پلٹ دی۔

"میرے پاس تمہارے لیے ایک خبر ہے زینی۔" انہوں نے تجسس پھیلانا چاہا اور زینب کے اندر خوف سا پھیل گیا۔

"کون سی خبر؟"

"آں۔۔" بھابھی نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اسے دیکھتی رہیں اس پل بہت دلفریب مسکراہٹ ان کے لبوں پر کھیل رہی تھی۔

"تم پھوپھو بننے والی ہو۔"

"سچ۔" اس نے مارے خوشی کے چیخ ماری تھی نو سال کی منتوں مرادوں کے بعد یہ خبر ملی تھی بھابھی ہنسنے لگیں۔

"سو فیصد سچ۔" زینب ان سے لپٹ گئی۔

"بہت بہت مبارک ہو۔" بھابھی خوش ہونے کے ساتھ ساتھ شرمائی ہوئی بھی تھیں۔

"کیا نام رکھیں گی؟"

"ارے ابھی تو بہت وقت ہے۔" وہ بھی ان کے ساتھ ہنسنے لگی۔

"اتنی اچھی خبر اتنی دیر سے کیوں دی آپ لوگوں نے؟ کل جب شعیب بھائی کا فون ارے۔۔ یاد آیا آپ کو تو بخار تھا نا۔"

"جھوٹ نہیں بولتے تو تم اتنی جلدی واپس کیسے آتیں۔" وہ اپنے کارنامے پر خوش ہو رہی تھیں تبھی فون کی بیل چیخ اٹھی بھابھی فون ریسیو کرنے چلی گئیں تو وہ چائے کے برتن دھونے لگی ذہن گھوم پھر کر پھر سے ولید قاسم میں جا اٹکا تھا وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہی

تھیں کہ اس کی بات نے غصہ دلایا ہے یا افسوس۔

"ارے کہاں ہو؟" بھابھی نے اس کا کندھا ہلایا تو وہ چونکی۔

"میں کب سے بول رہی ہوں مگر تم نجانے کہاں ہو۔"

"آں۔۔ ہاں وہ اپنے بھتیجا، بھتیجی کا نام سوچنے لگی تھی۔" اس نے بات بنائی ورنہ حقیقت ہی تھی کہ اسے بھابھی کے آنے تک کی خبر نہ ہوئی تھی۔

"کس کا فون تھا؟"

"شعیب کا۔" بھابھی نے بتایا۔

"کہہ رہے تھے لنچ ٹائم میں گھر نہیں آسکیں گے کچھ ضروری کام ہے لہٰذا، ہم لوگ انتظار نہ کریں ان کا۔" بھابھی نے توا چولہے پر چڑھایا تو وہ ہنڈیا کی طرف متوجہ ہو گئی یونہی ادھر ادھر کی باتوں میں وقت کٹ گیا پھر جب وہ دونوں کھانا کھا رہی تھیں تو ایک بار پھر فون بجنے لگا۔

"دیکھنا ذرا کس کا ہے میں پانی لے آوں۔" بھابھی کچن میں چلی گئیں وہ ٹیلی فون اسٹینڈ تک آگئی۔

"ہیلو۔"

"میں ہوں۔۔ کیسی ہو؟" وہ خاموش رہی اگر وہ نہ بھی بتاتا تو وہ پہچان ہی لیتی "کچھ کہو گی نہیں؟" وہ متبسم لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ "اچھا ڈانٹ ہی دو۔" وہ ابھی بھی خاموش رہی۔

"تم نے بہت اچھا کیا کہ ساہیوال چلی گئیں اب میں جلدی آوں گا تمہیں لینے باراتیوں کے ساتھ۔" وہ سلگ کر رہ گئی۔

"ضرور آنا باراتیوں کے ساتھ میرے جنازے میں شریک ہونے۔" اس نے تڑخ کر فون پٹخ دیا۔ دل ایک اتھاہ میں ڈوب کر ابھرا تھا دماغ بس ایک پل کو ماؤف ہوا تھا اس نے سر کو جھٹکا دیا۔

"کس کا فون تھا۔" اسے آتا دیکھ کر بھابی نے پوچھا۔

"ولید کا۔" وہ بیٹھ گئی اسے لگا بھابی سن کر مسکرائی ہیں اور یہ وہم نہیں تھا وہ واقعی مسکرا رہی تھیں۔

"زینب! کیا خیال ہے تمہارا ولید کے بارے میں۔" بھابی کا کھوجتا ہوا انداز اس کے سینے میں انی کی طرح پیوست ہوا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"تمہیں ولید نے نہیں بتایا؟" انہوں نے بہت شریر سے انداز میں اپنی نند کو دیکھا تھا۔ زینب کتنی ہی دیر کچھ بھی نہ بول سکی۔

"کیا آپ سے ولید نے خود کہا ہے۔" اسے اپنی آواز گہری کھائی میں گشت کرتی گونج سے مشابہہ لگی تھی۔

"نہیں اس نے تو کچھ نہیں کہا البتہ میں نے اندازہ ضرور لگایا ہے کہ تم اور وہ۔۔"

"بس بھابھی۔۔" اس نے انہیں ٹوک دیا بھابھی اسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

"اگر ولید حماقتیں کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ قطعاً نہیں ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ شریک ہو جاؤں۔" بھابھی چپ سی رہ گئیں اس کے لہجے کی قطعیت نے انہیں کچھ سوچنے پر مجبور کیا تھا۔

"لیکن زینب اگر ایسا ہو بھی جاتا ہے تو اس میں کیا برائی ہے۔ وہ تمہارا کزن ہے۔"

"وہ میرا دیور ہے۔" وہ زور دے کر بولی۔

"بہر حال میں ایسا کچھ نہیں چاہتی نہ آج اور نہ کل۔۔ اور پلیز بھابھی اس کے لیے آپ کو میرا ساتھ دینا ہو گا۔" اس نے ان کا ہاتھ تھام لیا اپنے اٹل فیصلے کے باوجود کوئی بات اسے اندر ہی اندر ہولائے دے رہی تھی بھابھی نے اس کے چہرے پر گردش کرتے سائے کو دیکھا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہاری مرضی کے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہو گا۔" اس نے سر ہلا دیا البتہ سکون نہیں ہوا وہ سوچ رہی تھی بھابھی نے اندازہ لگایا ہے اس سے پہلے کہ کوئی اور بھی لگائے مجھے کچھ کرنا ہو گا۔ ولید کو اس کی حماقت کا احساس دلانا ہو گا اور یہی بات اسے واپس لاہور کھینچ لائی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ بہت نارمل سے انداز میں اس سے ملی تھی ولید کا انداز بھی بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ اس سے قبل ہوا کرتا تھا اس کی آنکھوں یا باتوں میں کوئی ایسا تاثر نہ تھا جو اسے چونکاتا البتہ ایک جھجک سی در آئی تھی اس کے اپنے رویے میں جسے وہ ناپسند کرتے ہوئے بھی دور نہیں کر پائی تھی۔ جس مقصد کے لیے وہ یہاں آئی تھی اس کی پہلی کڑی یوں پوری ہوئی کہ اس نے "لائبہ" کی تصویر ماں جی کو دکھا کر اپنا خیال ظاہر کیا ماں جی کچھ پل تصویر دیکھتی رہیں پھر بولیں۔

"زندگی مجھے نہیں ولید کو گزارنی ہے اگر یہ لڑکی اسے پسند آجاتی ہے تو میں بھلا کیوں اعتراض کروں گی۔"

"ٹھیک ہے پھر میں آج ہی یہ تصویر اسے دکھا دیتی ہوں۔" اس نے خود ہی بات کرنا مناسب سمجھا دوپہر میں ماں جی کو سونے کی عادت تھی اسے یہی وقت مناسب لگا وہ اسٹڈی میں اپنے پی سی پر کچھ کام کر رہا تھا۔

"اگر تم مصروف نہیں ہو تو چند منٹ مجھے دے سکتے ہو۔"

"مصروف تو میں ہوں مگر تم کہو۔" مانیٹر سے نظریں ہٹا کر اس نے پوری کی پوری ریوالونگ چیئر اس کی طرف گھمائی تھی۔

"نہیں تم فارغ ہو جاؤ میں انتظار کر لیتی ہوں۔" ولید گردن ہلا کر واپس اپنا کام کرنے لگا وہ انگلیاں مروڑتی لفظوں سے جملے ترتیب دیتی رہی محض پانچ منٹ بعد ہی وہ اپنا کام ختم کر کے اس کے سامنے آ بیٹھا۔

"اب کہو۔" زینب نے تصویر اس کی طرف بڑھا دی۔

"کیسی ہے؟" ولید نے سرسری سے انداز میں تصویر دیکھی بڑی کیوٹ سی لڑکی تھی۔

"اچھی ہے۔" ولید نے تصویر اس کی جھولی میں ڈال دی وہ لوگ اس وقت میٹرس پر بیٹھے ہوئے تھے جس کے سامنے ہی ٹی وی بھی پڑا تھا ولید نے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کیا اور اپنی مختصر سی رائے دے کر لاتعلق ہو گیا زینب کو اس کا انداز برا لگا تھا پھر بھی بولی۔

"صرف اچھی؟"

"نہیں، بہت اچھی ہے۔" ڈسکوری پر والیوم سیٹ کرتے ہوئے ولید نے کہا۔

"لائبہ نام ہے اس کا۔ اگر تمہیں یاد ہو تو اس نے ایم بی اے تمہارے ساتھ ہی کیا تھا میرے ماموں کی اکلوتی بیٹی ہے تم... تم ایک بار دیکھو تو سہی۔" اس کی لاتعلقی اسے جھنجھلانے پر مجبور کر رہی تھی۔ ولید نے اسکرین سے نگاہ ہٹائی تصویر ہاتھ میں لی اور نہایت مصنوعی سنجیدگی سے دیکھنے لگا چند پل یونہی سرکے۔

"ہاں اچھی خوب صورت لڑکی ہے۔ مجھے یاد آگیا ہے یہ میری کلاس فیلو نہیں تھی بلکہ دو سال جونیئر تھی اس کے اکیڈمک ریکارڈ نے کافی دھوم مچائی تھی یونیورسٹی میں۔" وہ رکا پھر بولا۔ "جوڑی اچھی رہے گی ویسے تم نے تہمینہ بھابھی سے پوچھ لیا ہے۔" زینب نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"تہمینہ بھابھی کی اجازت ضروری ہے نا بھئی۔ آخر آل شعیب بھائی کی زوجہ محترمہ ہیں۔" لہجہ انتہائی شریر تھا وہ نہ سمجھی مگر جب سمجھی تو محض ایک خفگی بھری نگاہ ڈال کر رہ گئی۔

"میرے ماموں یہیں لاہور میں رہتے ہیں کل میں اور ماں جی ان کے یہاں جا رہے ہیں۔" اس نے گویا تمہید باندھنا شروع کی۔

"ضرور جاؤ۔" ولید کی نظریں اسکرین سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں زینب کو بکلی کا احساس ہوا مگر دوسرے پل وہ اٹھ کر ٹی وی آف کر چکی تھی ولید نے اسے ٹی وی کے آگے دیوار کی طرح کھڑے دیکھا۔

"کیا میری بات تمہارے لیے اہمیت رکھتی ہے ولید؟"

"تم خود میرے لیے بہت اہمیت رکھتی ہو۔" گود میں رکھے کشن کے گرد بازو لپیٹتے ہوئے ولید نے اسے بہت پیار سے دیکھا تھا۔

"تو پھر میری بات مان لو ولید! لائبہ بہت اچھی لڑکی ہے تم اس کے ساتھ بہت خوش رہو گے۔" وہ لجاجت سے بولی ولید مسکراتا ہوا عین اس کے سامنے آرکا۔

"زینب بھی بہت اچھی لڑکی ہے اور آئی ایم ڈیڈ شیور کہ جو خوشی مجھے اس کے ساتھ ملے گی وہ لائبہ اس کا شائبہ تک نہیں دے سکتی۔" زینب کو سر اٹھا کر اسے دیکھنا پڑا اسے یک دم احساس ہوا کہ یہ شخص جسے وہ اب تک بچہ سمجھ رہی تھی وہ بچہ قطعاً "نہیں رہا تھا وہ اپنا عکس اس کی آنکھوں میں دیکھ کر ہراساں ہو گئی اس کا سر جھکا پھر پلکیں بھی۔

"جو تم چاہتے وہ ممکن نہیں ہے ولید۔" اپنی آواز کی لڑکھڑاہٹ وہ کسی طور چھپا نہ پائی تھی۔

"کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔" اس کا انداز سراسر سمجھانے والا تھا۔

"آخر تم..." مارے غیض و بے بسی کے اس کی آواز کہیں اندر ہی اٹک رہی تھی۔ "آخر تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔"

"دل کے معاملات میں عقل کا کیا کام؟" مصنوعی تحیر سے آنکھیں پٹپٹا کر دریافت کیا گیا۔ بعض اوقات آپ وہ نہیں کر پاتے جو کرنا چاہ رہے ہوتے ہیں وہ بھی اس وقت وہ نہیں کر پا رہی تھی جو کہ وہ کرنا چاہتی تھی۔

"تم وہ رشتہ کیوں بھول رہے ہو جو ہمارے بیچ ہے۔"

"میں کچھ بھی نہیں بھولا سب کچھ یاد ہے مجھے..."

"اور وحید..."

"وحید لالہ کے انتقال کو دو برس گزر چکے ہیں..." اس نے کہنا چاہا مگر پھر سے زینب نے ٹوک دیا۔

"اور اب تم چاہتے ہو کہ میں بھی مر جاؤں۔ ہے نا۔" اس کی آواز غیر معمولی طور پر تیز تھی۔

"زینب..." ولید کی نگاہوں میں تاسف سمٹ آیا تھا۔ "اسی موت سے تو بچانا چاہتا ہوں میں تمہیں احمق لڑکی۔"

"مجھے ایسی زندگی نہیں چاہیے جس کے بعد لوگوں کی انگلیاں مجھ پر اٹھنے لگیں۔"

"بہت پروا ہے تمہیں لوگوں کی؟" پہلی بار اس کے لبوں پر طنز چمکا۔

"تمہیں مجھے لوگوں کی پروا نہیں ہے مجھے صرف اپنی پروا ہے اور میں نے تمہارے بارے میں کبھی ایسا نہیں سوچا۔"

"تو اب سوچ لو اچھا خاصا ہینڈسم ہوں میں اپنا بزنس ہے کوئی بری عادت بھی نہیں ہے مجھ میں لوگ چاند سورج سے تشبیہ دیں گے ہماری جوڑی کو اور سب سے بڑی بات یہ کہ تم سے محبت بھی کرتا ہوں۔"

"شرم نہیں آتی تمہیں اس قسم کی بکواس کرتے ہوئے۔" وہ نفرت سے پھنکاری۔

"اب تک جسے بھائی سمجھتی رہی ہوں اسے شوہر بنانے سے بہتر ہے کہ میں ڈوب کر مر جاؤں۔" ولید کے لفظ کہیں اندر ہی ڈگمگا گئے مگر پھر اس نے خود پر قابو پالیا۔

"ٹھیک ہے تم ڈوبنے کی تیاری کرو میں بہت اچھا تیراک ہوں۔" ہونٹوں کے کونے یہاں سے وہاں تک پھیل گئے۔

"خدا کے لیے میرا مذاق مت اڑاؤ ولید قاسم! آج تم ہنس رہے ہو کل کو پورا جہان ہنسے گا۔" ضبط کی کڑی منزلوں سے گزرتے ہوئے وہ گڑگڑائی تھی آنکھوں میں جیسے کرچیاں بکھر گئی تھیں۔

"تمہیں صرف جہاں کی پروا ہے؟ میری نہیں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ "لیکن مجھے کسی جہاں کی پروا نہیں ہے چاہے ہنسے چاہے روئے۔ مجھے صرف تمہاری پروا ہے مجھے تم ہی سے شادی کرنی ہے اور میں کروں گا بھی۔" اس کا دوٹوک انداز زینب کو اندر تک سلگا گیا۔

"نہیں مسٹر ولید! تمہیں صرف اپنی پروا ہے کتنی تعریف کریں گے نا سب لوگ تمہاری کتنا عظیم نہیں گے نا لوگ تمہیں کہ تم نے "بیوہ بھاوج" پر ترس کھا کر اس سے شادی کر لی۔" تمام تر زور "بھاوج" اور "ترس" پر تھا ولید کی فراخ پیشانی پر اس الزام سے کئی سلوٹیں پڑ گئی تھیں۔

"میرے جذبات کے لیے اس قدر گھٹیا لفظ استعمال مت کرو زینب۔"

"ہاں۔ تمہارے جذبات۔"

"آخر تم اتنا بھڑک کیوں رہی ہو میں نے کوئی غلط بات نہیں کی کوئی غلط مطالبہ نہیں کیا۔ بتاؤ مجھے زینب! آخر کیا غلط ہے میں تمہیں پسند کرتا ہوں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں کوئی شرعی پابندی نہیں ہے پھر آخر تم کیوں اعتراض کر رہی ہو؟" وہ رکا مگر زینب کو خاموش پا کر کچھ سوچ کر بولا۔

"تمہاری شادی کے متعلق میں کل ماں جی سے بات کرنے والا ہوں۔"

"تم ماں جی سے ایسی کوئی بات نہیں کرو گے۔" زینب نے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہہ کی تھی۔ ولید اس کی طرف مڑا۔ کچھ پل اس کے چہرے کو نگاہوں کی زد میں قید رکھنے کے بعد براہ راست اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"میں وہی کروں گا جو میرا دل کہتا ہے اور تم مجھے روک نہیں سکتیں۔" زینب کا سارا وجود آگ کی زد میں آگیا وہ جانا چاہتی تھی مگر رک گئی۔

"تم وہی کرنا ولید قاسم! جو تمہارا دل چاہتا ہے اور میں وہ کروں گی جو میرا دل چاہتا ہے روک تو تم بھی مجھے نہیں سکتے اور ہاں۔" وہ پلٹی "یاد رکھنا ولید! میری مرضی کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔" اب کی بار وہ رکی نہیں تھی۔

☼ ☼ ☼

ایک کے بعد دوسری' دوسری کے بعد تیسری اور تیسری کے بعد چوتھی فائل بھی اس نے میز پر پٹخ کر اپنا سر ان پر گرا دیا۔

عمر کیسے کٹے گی ساری
دل نہیں لگ رہا فائلوں میں

اس نے حسب منشاء شعر بگاڑا ذہن الجھا ہوا تھا کبھی ایک پہلو سامنے آتا تو کبھی دوسرا وہ بہت اضطراری انداز میں دائیں ٹانگ ہلا رہا تھا بے چینی شاید یونہی انسان کو مضطرب کر دیا کرتی ہے اس نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی پھر انگلی کی پور سے اسے بجایا گیا تھا اس نے تھکے تھکے سے انداز میں سر اٹھایا۔

"ہائے فاطین۔"

"ہائے پرنس۔" وہ اندر آگئی تھی پھر اس کی شکل دیکھ کر جو ہنسنا شروع کیا تو کتنی ہی دیر ہنستی ہی چلی گئی۔ ولید نے اسے ناگواری سے دیکھا اور دونوں ہتھیلیوں سے میز پر بوجھ ڈال کر آگے جھکا۔

"زہر لگ رہی ہو۔" اس نے دانت کچکچائے فاطین کی ہنسی رک ہی نہیں رہی تھی۔

"کیا بنا تمہاری لو اسٹوری کا؟" وہ اپنی ہنسی پر قابو پا رہی تھی۔

"فی الحال تو فلاپ جا رہی ہے۔" وہ منہ بنا کر بولا۔

"طینا۔ یار۔۔ وہ مانتی ہی نہیں ہے۔"

"ریلیکس ولید۔۔ مان جائے گی۔" وہ تسلی آمیز مسکان سجائے بولی ولید بالوں میں انگلیاں پھیرتا ہوا اٹھا اور گلاس ونڈو کے سامنے جا رکا۔

"وہ سمجھ رہی ہے میں اس کی انسلٹ کر رہا ہوں پتا نہیں وہ میری فیلنگز کو کیوں نہیں سمجھ رہی اب۔ اب مجھے کیا پتا کہ میں اس سے کب محبت کرنے لگا۔" اس کی جھنجلاہٹ و بے بسی انتہا کو چھو رہی تھی فاطین نے پھر ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"مان جائے گی۔"

"کب؟"

"جب وقت آئے گا۔" وہ اس کے قریب آکر کھڑی ہوگئی۔

"اور وقت کب آئے گا؟" وہ مڑا اور شانہ گلاس سے ٹکا کر سینے پر بازو باندھ لیے۔

"مجھے کیا پتا۔" وہ سر کھجا کر رہ گئی۔

"فاطین۔" کتنی ہی دیر گلاس کے اس طرف نظر آتے نیلے آسمان پر نظریں ٹکانے کے بعد وہ بولا فاطین استعجابیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں واقعی نہیں جانتا کہ کب اس سے محبت کرنے لگا۔" اس نے کئی بار کا کہا ہوا فقرہ دوہرایا تو وہ تپ گئی۔

"ہاں محبت نہ ہوگئی تماشا ہی ہوگیا۔"

"شٹ اپ! میری محبت کو تماشا مت کہو۔" وہ برا مان گیا تھا۔ "میں جانتا ہوں وہ مان جائے گی اور نہ بھی مانے تو کیا فرق پڑتا ہے شادی تو میں پھر بھی اسی سے کروں گا۔" وہ اپنی جون میں لوٹ آیا تھا فاطین نے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"اگر تم کہو تو میں زینب سے بات کروں؟"

"ارے نہیں یہ بات اسے اور بھی بری لگے گی۔"

وہ دونوں ایک پل کو خاموش ہوئے۔

"اف تم تو بالکل بھی اچھے میزبان نہیں ہو ولید! کم سے کم کافی ہی پلوا دو گھنٹہ بھر سے۔ زینب نامہ کھولے بیٹھے ہو۔"

"ارے واہ! میرا "زینب نامہ" دو منٹ برداشت نہیں ہوتا تم سے اور جو خود ہر وقت "احمد نامہ" کھولے رہتی ہو۔" اس نے دوبدو طعنہ دیا تو وہ ایک دم بولی۔

"طعنہ مت دو کافی کے ساتھ برگر کھلواؤ۔"

"کس خوشی میں؟"

"اپنی متوقع شادی کی خوشی اور وہ بھی زینب کے ساتھ۔"

"اوکے۔" وہ فوراً راضی ہوگیا۔ "میکڈونلڈ چلتے ہیں" کہہ کر وہ فون پر سیکرٹری کو ضروری ہدایت دینے لگا پھر ریسیور رکھ کر بولا۔

"ویسے ایک بات ہے طینا۔"

"کیا؟"

"تم بھی اچھی خاصی ہو حیرت ہے کہ مجھے تمہارا خیال کیوں نہیں آیا۔" متبسم و شریر لہجے میں وہ حیرت کا اظہار کر رہا تھا فاطین نے گھور کر دیکھا پھر مصنوعی آہ بھر کر بولی۔

"ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا۔ اب چلو" وہ دونوں ہنستے ہوئے باہر نکلے تھے واپس آیا تو ماں جی تخت پر بیٹھی سبزی بنا رہی تھیں۔

"کہاں تھے اب تک میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

"جی ذرا فاطین کے ساتھ چلا گیا تھا۔" وہ مختصراً بتا کر ان کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"کیا تاریخ طے ہوئی ہے اس کی شادی کی؟" انہوں نے پوچھا تو وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"کوئی بھی نہیں کیونکہ اس کا منگیتر چار ماہ کے لیے پیرس چلا گیا ہے اس کی واپسی پر ہی شادی ہوگی۔" بتا کر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا پھر سارا گھر چھان مارا لیکن وہ کہیں نہیں تھی واپس ماں جی کے پاس آیا تو وہ مسکرا کر بولیں۔

"زینب' واپس لاہور چلی گئی ہے۔" وہ خجل سا ہو کر ان کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"میں یہ تو نہیں پوچھ رہا۔"

"اچھا تو پھر کیا پوچھ رہے ہو؟" ان کا انداز ایسا تھا جیسے کسی چھوٹے سے بچے کی چوری پکڑ رہی ہوں اور بچہ صاحب ذرا سی ڈھیل پا کر فوراً "پھیل گئے تھے۔

"آپ نے شعیب بھائی سے بات کی؟" قریب پڑی پانی کی بوتل منہ سے لگاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"عقل تمہیں اب بھی نہیں آئی ہزار بار کہا ہے گلاس میں ڈال کر آرام سے پیا کرو مگر مجال ہے کہ تمہارے کان پر جوں رینگ جائے۔" وہ بغیر شرمندہ ہوئے مسکراتا رہا پھر ان کے گھٹنے پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔ ماؤں کے لیے تو اتنی محبت بھی بہت ہوا کرتی ہے انہوں نے جھک کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی تو وہ ان کی گود میں سمٹ جایا کرتا تھا۔

"میں نے شعیب سے بات کی تھی۔" وہ انگلیاں اس کے بالوں میں پھیر رہی تھیں۔

"پھر کیا جواب دیا انہوں نے۔" اس کے لہجے میں امید کے دیے کی تھرتھراتی ہوئی لو کی سی بے چینی تھی۔

"اسے کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ ہم میں سے کسی کو بھی اعتراض نہیں ہے بس زینب مان جائے تو۔۔" وہ خاموش ہوگئیں تو وہ ان کا بالوں میں حرکت کرتا ہاتھ بڑی محبت سے تھام کر بولا۔

"جب میں زینب کے متعلق آپ سے بات کرنے والا تھا تو بہت ڈرا ہوا تھا میرا خیال تھا کہ آپ نہیں مانیں گی۔"

"کیوں؟ بھلا تمہیں ایسا کیوں لگا؟"
"میرا خیال تھا کہ آپ روایتی ساسوں کی طرح تن کر کھڑی ہو جائیں گی۔" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔
"لیکن آپ میں تو ساسوں والے گٹس سرے سے ہیں ہی نہیں۔"
"خدا معاف کرے مجھے ایسے گٹسوں ہٹسوں سے۔" انہوں نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی پھر بولیں۔
"اور میں زینب کی ساس نہیں ماں ہوں اور مائیں اپنی اولاد کی بہتری ہی چاہتی ہیں وحید کے انتقال کے کچھ عرصے بعد ہی میرے دل میں تم دونوں کی شادی کا خیال آیا تھا مگر تب تم پڑھ رہے تھے اس دوران دو ایک رشتے بھی آئے تھے اس کے جو کافی سے زیادہ اچھے تھے مگر میرا دل راضی نہیں ہوا مرحوم بھائی بھاوج کی نشانی کو میں خود سے دور نہیں کرنا چاہتی تھی۔"
"آپ اتنے عرصے سے یہی کچھ سوچے بیٹھی ہیں اگر مجھے کوئی اور پسند آجاتی تو؟ یا زینب بھی تو کسی اور کو پسند کر سکتی تھی۔"
"سبھی کچھ ممکن تھا مگر خدا بڑا کارساز ہے دیکھ لو اس نے خود ہی تمہارے دل میں زینب کا خیال ڈال دیا۔" ان کی بات سن کر وہ دل ہی دل میں ہنسا ماں کی زبان سے یہ بات سن کر اسے تھوڑی سی شرم آئی تھی جسے اس نے تھپڑ مار کر بھگا دیا اور فوراً سیدھا ہو بیٹھا پھر کچھ توقف کے بعد دھیرے سے بولا۔
"وہ مان جائے گی نا ماں جی؟"
"وہ کیا اس کا باپ بھی مانے گا۔" وہ پرجوش انداز میں مسکرائیں تو وہ مصنوعی سنجیدگی سے بولا۔
"لیکن اس کے باپ سے تو مجھے شادی نہیں کرنی۔" وہ ہنسنے لگیں۔
"میں تمہارے لیے کھانا نکالتی ہوں۔"
"عبدل سے کہہ دیں۔"
"اسے میں نے بازار بھیجا ہے۔" وہ کچھ سوچ کر پھر رکیں۔ "کل اتوار ہے تم فارغ ہو نا؟"
"جی۔" اس نے بتایا پھر پوچھا۔ "کیوں؟"
"نہیں یونہی پوچھ رہی تھی۔" وہ کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

☼ ☼ ☼

وہ سو کر اٹھی تو کھڑکی سے باہر نظر آنے والا منظر موسم کی دلفریبی کی خبر دے رہا تھا بادلوں کے موٹے موٹے ٹکڑوں کو ہوا نجانے کہاں اڑائے لیے جا رہی تھی اس کا کمرہ گھر کے پچھلی جانب تھا پچھلی دیوار والی کھڑکی سے کالونی کی صاف ستھری سڑک نظر آتی تھی۔ جس کے دونوں اطراف میں سفیدے اور سنبل کے درخت تھے جن کی نیم برہنہ ٹہنیاں سردی سے ٹھٹھرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں خاموش اور پرسکون سڑک پر زرد رو خشک پتوں کا ڈھیر تھا جو ہوا کے ذرا سے تیز جھونکے سے دور تک گھومتے چلے جاتے تھے دور کہیں کوئی کوئل ایسے موسم میں بھی کوک کر زندگی کی نوا دے رہی تھی۔ ہوا کے تیز جھونکے نے درختوں کو چیخنے پر مجبور کیا تھا وہ ایک دم چونکی پھر منہ دھو کر کمرے سے باہر آگئی بھابھی کچن میں مصروف تھیں اسے دیکھتے ہی بولیں۔
"اچھا ہوا تم جاگ گئیں اب یوں کرو یہ بریانی کا مسالہ بھون لو میں تب تک کوفتے بنا لیتی ہوں کھانے میں دیر ہو گئی تو شعیب خفا ہوں گے۔"
"اتنا اہتمام کس خوشی میں ہو رہا ہے بھئی۔" اس نے چولہے پر چڑھی دیگچیوں میں جھانکا۔
"ماں جی آئی ہیں۔" وہ سرسری سا بتا کر کچے قیمے میں مسالے ڈالنے لگیں زینب ایک پل کو چپ ہوئی پھر بولی۔
"میں ان سے مل کر آتی ہوں۔"
"وہ اس وقت گھر پر نہیں ہیں۔" اسے آنچ مدھم کرتا دیکھ کر وہ بولیں۔
"وہ طارق بھائی ہیں نا میری خالہ کے بیٹے ان کی بیوی ہاسپٹل میں ہے ماں جی اور شعیب اسی کی عیادت کے لیے گئے ہیں۔" وہ سر ہلا کر ہنڈیا کی طرف متوجہ ہو گئی بھابھی ہاتھ سے قیمہ مسل رہی تھیں کچھ سوچ کر

انہوں نے ایک نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی۔
"زینب۔۔" وہ رکیں پھر بولیں۔ "ماں جی شادی کی ینٹ کلکس کرنے آئی ہیں۔" زینب دنگ سی رہ گئی۔
"میری مرضی کے بغیر۔"
"شعیب نے ہاں کہہ دی ہے۔" بھابھی نے کسی مجرم کی طرح اقبال جرم کیا وہ مارے صدمے کے اسٹول پر ڈھے سی گئی۔
"یہ نہیں ہو گا۔ قطعاً بھی نہیں ہو گا۔" کتنی دیر بعد وہ رندھی آواز میں بولی۔
"مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ شعیب بھائی اور ماں جی ایسا کیوں کر رہے ہیں ولید تو احمق ہے گدھا ہے بیوقوف ہے۔"
"ارے یہاں تو ہماری شان میں قصیدے پڑھے جا رہے ہیں۔" ولید اسی پل کچن میں داخل ہوا تھا اسے دیکھ کر زینب یوں کھڑی ہوئی جیسے شیرنی اپنے دشمن کو دیکھ کر چوکنی ہوتی ہے۔
"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ تم ماں جی سے کچھ نہیں کہو گے۔" اس کا انداز بے حد جارحانہ تھا۔
"ارے بھئی میں نے تو ماں جی سے کچھ نہیں کہا تھا بلکہ ان کا اپنا دل بریانی کھانے کو چاہ رہا تھا تبھی تو انہوں نے بھابھی سے فرمائش کی۔" وہ کمال معصومیت سے بولا ساتھ ہی بھابھی سے تائید بھی چاہی۔
"بکو مت ولید قاسم! اور میری بات کان کھول کر سن لو جو تم چاہتے ہو اول تو میں وہ ہونے ہی نہیں دوں گی لیکن اگر کچھ ایسا ہوا تو۔۔۔" اس سے کوئی بات بن نہ سکی اس "تو" کے آگے تو اس نے قطعاً نہیں سوچا تھا اسے اپنے اردگرد الاؤ کے شعلے لپکتے محسوس ہو رہے تھے۔
"تم۔ تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ ورنہ۔۔۔" وہ انگلی اٹھا کر بڑے ضبط سے بولی۔
"ورنہ۔۔۔؟" ولید کی نگاہوں میں لطف بھری شرارتی ہچکولے کھا رہی تھی۔
"ورنہ میں تمہیں دھکے مار کر باہر نکال دوں گی۔" ولید کے لبوں پر مسکان بکھر گئی۔ وہ غصے میں دو سو واٹ کے بلب کی طرح جل رہی تھی وہ اس کے عین سامنے جا رکا۔
"اچھا ذرا ہم بھی تو دیکھیں آپ کی طاقت۔" چیلنجنگ انداز سراسر استہزائیہ تھا زینب کلس کر رہ گئی اس دیوار چین کو دھکا دے کر ذرا سا بھی نہیں ہلا سکتی تھی۔
"کیا ہو گیا ہے تم دونوں کو۔" بھابھی زینب کی صورت دیکھ کر پریشان ہو گئی تھیں۔ زینب نہایت غصے سے دھپ دھپ کرتی باہر نکل گئی بھابھی نے سر پیٹ لیا جبکہ ولید مسکرا کر بولا۔
"مجھے تو وہ ہوا ہے جو رومیو کو جولیٹ سے ہوا تھا۔"
"اور اسے وہ ہوا ہے جو امریکہ کو تمام اسلامی ممالک سے ہوا ہے۔" بھابھی نے خالی دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھے وہ کتنی ہی دیر کھڑی رہیں۔ انہیں اپنے شوہر نامدار پر غصہ آرہا تھا جنہوں نے انہیں ماؤنٹ ایورسٹ سر کرنے سے بھی زیادہ مشکل کام کرنے کے لیے کہا تھا اور اگرچہ وہ اچھی کوہ پیما تھیں مگر زینب جیسے پہاڑ کو سر کرنا کافی کٹھن تھا پھر جس قسم کے ردعمل کا اظہار اس نے ولید کے سامنے کیا تھا انہیں تو اپنی خیریت بھی مشکل نظر آرہی تھی بہرحال انہوں نے دل کڑا کیا اور اندر داخل ہو گئیں نیم تاریک کمرے میں ماؤنٹ ایورسٹ انہیں بیڈ پر دراز نظر آئی وہ چھت پر نظریں گاڑے ہوئے تھی۔
"کمرے میں اندھیرا کیوں کر رکھا ہے زینب؟" گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے انہوں نے ٹیوب لائیٹ آن کر دی ایک جھماکے سے روشنی پھیلی اور اس کی آنکھیں چندھیا گئیں اس نے تیزی سے بازو آنکھوں پر رکھ لیا پھر جب تک آنکھوں نے روشنی کو قبول کیا بھابھی نہ صرف اس کے قریب بیٹھ چکی تھیں بلکہ ہاتھ

بھی اس کے کندھے پر تھا۔
"موسم بہت اچھا ہو رہا ہے چلو کچھ دیر ٹیرس پر واک کرتے ہیں۔" وہ اٹھ بیٹھی۔ بھابھی اس کے کھڑے ہونے کی منتظر ہی رہیں جبکہ وہ آلتی پالتی مارے جانے کس سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی بھابھی لفظ ڈھونڈنے لگیں کچھ دیر بعد زینب کی آواز گونجی۔
"آپ نے شعیب بھائی سے کہا۔" آنکھوں میں آس و نراش کی شمع جلائے وہ انہیں دیکھ رہی تھی بھابھی کی نگاہیں جھک گئیں ابھی کچھ روز قبل ہی تو انہوں نے اسے یقین دلایا تھا کہ اس کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہ ہوگا اور اب۔
"اچھا زینب! ایک بات بتاؤ۔ آخر تم ولید سے شادی کیوں نہیں کرنا چاہتیں۔ کیا اعتراض ہے تمہیں جبکہ تم ولید کو بہت اچھی طرح سے جانتی ہو۔"
"میں اسے بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں تبھی انکار کر رہی ہوں۔" وہ بولی۔
"کیا یہ اعتراض کافی نہیں ہے کہ وہ مجھ سے پورے دو برس چھوٹا ہے میرے مرحوم شوہر کا بھائی ہے۔ جو کچھ عرصہ قبل تک میرے گھٹنے پر سر رکھ دیا کرتا تھا یاد ہے آپ کو وحید کے انتقال سے قبل وہ مجھے بھابھی کہا کرتا تھا۔"
"یہ اتنا بڑا اعتراض تو نہیں ہے جانو! اسلام نے اس قسم کی شادی کی اجازت دی ہے پھر جب ولید تمہیں بھابھی کہتا تھا تب وہ تمہیں صرف وحید کے حوالے سے دیکھتا تھا اب وہ بچہ تو نہیں رہا نوجوانی اور جوانی کے جذبات میں بہت فرق ہوتا ہے زینب۔" انہوں نے توقف کیا یہ دیکھنے کے لیے وہ سن رہی ہے یا نہیں۔
"عمروں کا فرق بھی کوئی ایسی اہمیت نہیں رکھتا محض دو برس ہی تو بڑی ہو تم اس سے لیکن ساتھ کھڑی ہو تو چار سال چھوٹی ہی لگتی ہو۔" وہ لجاجت سے کہہ رہی تھیں۔
"جس پر پڑتی ہے وہی جان سکتا ہے یہ سب کچھ آپ اس لیے کہہ رہی ہیں کہ اس خفت کا سامنا آج اور کل بھی مجھی کو کرنا پڑے گا۔" وہ تلخی سے بولی۔

"سیدھی طرح کیوں نہیں کہتیں کہ اب میرا وجود آپ کو ناگوار لگنے لگا ہے۔" اس نے نہایت سہولت سے الزام ان کے سر لگا دیا۔
"خدا کے لیے زینب! مجھے اتنا غلط مت سمجھو۔ میں تو تمہاری بھلائی چاہتی ہوں ورنہ تم سے بڑھ کر بھلا کون عزیز ہو سکتا ہے مجھے۔" انہیں بے حد صدمہ پہنچا تھا۔
"میں تو صرف یہ کہہ رہی تھی کہ عمر کا یہ فرق۔"
"ابھی عمر پر آپ بہت لیکچر دے سکتی ہیں بھابھی! لیکن ایک بات بتائیے خدانخواستہ شعیب بھائی کو کچھ ہو گیا تو کیا آپ مظہر سے شادی کر لیں گی وہ بھی تو آپ سے صرف ایک برس چھوٹا ہے۔" جب ساری دنیا دشمن لگنے لگے تو انسان عقل کا دامن نادانستہ طور پر چھوڑ دیتا ہے اس کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔
"زینب!" وہ مارے غم کے حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھیں۔
اسی پل دروازہ دھاڑ سے کھلا اور شعیب بھائی غضب ناک چہرہ لیے اندر داخل ہوئے۔
"شرم تو نہ آئی ہو گی اتنی بڑی بات کہتے ہوئے۔ کس قدر خود غرض لڑکی ہو تم زینب بھائی کے مرنے کی دعائیں مانگ رہی ہو۔"
"کیا ہو گیا ہے آپ کو اس نے ایسا تو کچھ بھی نہیں کہا۔" بیچاری بھابھی فوراً گھبرا اٹھیں۔
"تم چپ رہو تہمینہ! مجھے بات کرنے دو اس سے۔" انہوں نے گھورا وہ سہم کر چپ ہو گئیں۔
"بالکل بھابھی آپ چپ ہی رہیں۔" وہ شعیب کی طرف گھومی۔ "اور آپ کیا بات کرنے آئے ہیں مجھ سے خود غرض میں ہوں یا آپ؟ صاف صاف کہہ دیجیے میرا بوجھ اٹھاتے اٹھاتے تھک گئے ہیں۔ کاش میں مر گئی ہوتی" وہ رونے لگی شعیب گنگ سے اسے تکے گئے پھر کڑے ضبط سے بولے۔
"بہتر ہو گا اب اپنی زبان سے ایک لفظ بھی مت کہنا ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گا ہر حسرت پوری ہو جائے گی۔" شعلہ سا لپکا تھا۔

"شعیب پلیز۔" بھابھی پھر منمنائیں مگر یہ منمناہٹ ساز میں کھو گئی۔
"ہاں یہی سچ ہے کہ تم بوجھ ہو ہم پر، نہیں رکھنا چاہتا میں تمہیں اپنے گھر میں۔"
غصے میں وہ بھی بولتے چلے گئے زینب کے اندر غصہ کرا ود ھم مچانے لگا اسے اپنے وجود سے دھواں اٹھتا محسوس ہو رہا تھا۔ شعیب کو اپنے لفظوں کی سختی کا احساس ہوا تو بولے۔
"ولید بہت اچھا ہے احمق لڑکی۔ بہت خوش رکھے گا تمہیں۔ آخر کب تک تم یونہی زندگی گزارو گی؟"
"میری زندگی کو ماریں گولی۔ جہاں آپ کا فائدہ ہے وہاں چاہے مجھے کسی گدھا گاڑی والے سے بیاہ دیں۔" اس نے گال رگڑے اور قطعیت سے بولی۔
"مگر ایک بات یاد رکھیے گا شعیب بھائی! میں بھی زینب ہوں مر جاؤں گی مگر شادی نہیں کروں گی۔"
"ٹھیک ہے عین بارات والے روز پنکھے سے لٹک جانا یا چوہے مار دوائی نگل لینا مگر اتنا تم بھی یاد رکھنا۔ جہنم میں تنہا تو ہم بھی تمہیں نہیں رہنے دیں گے۔" انہوں نے ترکی بہ ترکی دھمکی دی اور بھابھی کا ہاتھ تھام کر باہر نکل گئے۔
"یہ کیا کیا آپ نے آخر کیا ضرورت تھی اتنی سختی سے بات کرنے کی" وہ متفکر سے انداز میں بولیں یقیناً" دکھ ہو رہا تھا شعیب مسکرانے لگے باہر آتے ہی ان کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے تھے۔
"تم تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو۔" وہ متبسم و پُر لہجے میں بولے۔

☼ ☼ ☼

شام نے کب رات کا آنچل اوڑھ کر دن کے اجالے کو الوداع کہا تھک ہار کر پرندے کب درختوں کی ٹہنیوں میں سوئے کھڑکی میں کھڑے ہو کر باہر کا نظارہ کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود وہ جان نہ سکی کہ ذات کے ایوان میں دکھ اپنی تمام تر شدتوں کے ساتھ براجمان تھا کمرے کی خاموش تنہائی میں وہ موجود تھی مگر نہیں تھی۔ وہ وحید کی رفاقت میں گزارے لمحوں میں بھٹک رہی تھی کتنا مختصر دور تھا وہ اور دور بھی ... وہ ٹھٹھک کر ساکت ہو گئی اپنے پیچھے اس نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی تھی اس پل دل کا غبار آنکھوں میں ٹھہرا ہوا تھا اور وہ کسی کا بھی سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے اپنے کندھے پر نرم جھریوں بھرے ہاتھ کا دباؤ محسوس کر کے بہت زور سے آنکھیں بھینچ لیں پھر دباؤ بڑھا اور اس کا رخ موڑ لیا گیا اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی آنکھیں کھول دیں ایک آوارہ بوند پلکوں کی قید سے رہائی پا کر گال پر لکیر چھوڑ گئی اس کے سامنے ماں جی کھڑی تھیں چاہت کے دریچے میں مان کا دیا سجائے جس کی لو امید کے تیل سے روشن تھی۔
"کیا میری بات بھی نہیں مانو گی؟ مجھے تو ماں کہتی ہو نا تم تو کیا تمہارے آگے ہاتھ جوڑوں؟" زینب ان کے شانے پر سر رکھے بری طرح رو دی۔

☼ ☼ ☼

ذرا سی پلکیں اٹھا کر اس نے زرتار آنچل کی اوٹ سے سارے کمرے میں نگاہ ڈالی یہ کمرہ اس نے کوئی پہلی بار نہیں دیکھا تھا اور وہ کوئی پہلی بار بھی یہاں نہیں آئی تھی مگر آج تو اس کمرے کے تمام رنگ ہی بدلے ہوئے تھے یقیناً" سارے کمرے کو نئے سرے سے آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا زمین اور سارا بیڈ گلاب کی تازہ پتیوں سے ڈھکا ہوا تھا جن کی خوشگوار مہک چاروں اور اڑتی پھر رہی تھی بیڈ کے اطراف میں رکھے میزوں پر گلدان وائیٹ اور ریڈ للی گود میں لیے مسکرا رہے تھے جبکہ اس کے دماغ میں اذیت کے جھکڑ چل رہے تھے اسے اپنے سجے سنورے روپ سے سخت وحشت ہو رہی تھی لیکن ابھی وہ شدید خواہش کے باوجود کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی مبادا کوئی کمرے میں آجاتا اور اسے عام حلیے میں دیکھ کر نجانے کیا سمجھتا۔ اسے ایک ہفتہ قبل اپنی کزن شازیہ کی کہی بات یاد آگئی جب بھابھی اسے مایوں بٹھانا چاہتی تھیں۔
"رہنے دو تہمینہ! اس کی کون سی پہلی شادی ہے پھر

پچھلی بار بھی تو مایوں بیٹھی تھی اس بار نہ بیٹھے گی تو کون سی قیامت آجائے گی۔" لوگ مزاح کے لبادے میں کتنا گہرا طنز کر جاتے ہیں یہ اس نے اسی پل میں جانا تھا شکست خوردہ سی نگاہ بھابھی پر ڈال کر وہ پلکیں جھکا گئی ایک اسی بات نے ساری ہمت کھینچ لی تھی پھر آنے والے دنوں میں وہ بھابھی کی ہر بات مانتی چلی گئی۔ آف وائیٹ وال پر سرکتی اس کی نظر ولید قاسم کی تصویر پر جا رکی بلاشبہ بلیک ہائی نیک میں وہ بہت وجیہہ لگ رہا تھا اور یقیناً" آج اس کی وجاہت کو چار چاند لگے تھے کیونکہ اس نے کئی کزنز کو اس متعلق کہتے سنا تھا۔

"ویسے زینب! تم ہو بہت خوش قسمت دوسری بار بھی کس شان سے بارات آئی ہے تمہاری۔" پتا نہیں یہ رشک تھا یا...

"بھئی ظاہر ہے زینب کے ارمان تو پہلی دفعہ ہی پورے ہو گئے تھے لیکن ولید کی تو پہلی شادی ہے نا۔" جانے کس نے کہا تھا اور محفل کشت زعفران بن گئی تھی وہ بھابھی سے کہنا چاہتی تھی مگر وہ ان سب کو ڈپٹ رہی تھیں۔

"یار چھوڑو ان سب باتوں کو۔ زینب! تم یہ بتاؤ ولید نے تم سے پہلی بار اظہار عشق کب کیا تھا۔" اس کی ماموں زاد کاشفہ اشتیاق سے اس کے پاس آبیٹھی اور اس کا دل چاہا تھا کہ اس پل ساری مصلحت بالائے طاق رکھ دے اور دھاڑیں مار مار کر روئے کاشفہ کہہ رہی تھی۔

"تم دونوں اتنا عرصہ ایک ہی گھر میں رہتے رہے ہو کوئی بات تو ایسی ہو گی جو بات شادی تک پہنچی۔"

"تم یہ سب ولید سے ہی پوچھ لینا۔" بھابھی نے ان سب کو وہاں سے اٹھا دیا اور اس کے اندر بوند بوند ٹپکتا غصہ سوراخ کرنے لگا تھا اور اب جبکہ وہ اس کی دلہن کی حیثیت سے اس کے کمرے میں موجود تھی تو سوراخ کھائی کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ اسے اپنے گل بوٹوں سے مزین ہاتھوں سے غلیظ بو آرہی تھی تن سے لپٹا میرون عروسی جوڑا اسے خون رنگا لگ رہا تھا خون ہی تو تھا اس کی امیدوں کا' اس کے بھروسے اور مان کا اور قاتل کون تھا؟ ولید... ولید قاسم۔ جس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ تیزی سے اٹھی تھی اور قد آدم آئینے کے سامنے رک کر زیورات اتارنے لگی تھی۔

☼ ☼ ☼

جس پل وہ کمرے میں داخل ہوا زینب نہایت اطمینان سے بیٹھی تھی مگر جیسے ہی اس نے دروازہ لاک کیا وہ اسپرنگ کی طرح اچھل کر بیڈ سے اتری تھی اس سے قبل وہ گھونگھٹ پلٹنا نہیں بھولی تھی۔ وہ چند لمحے وہیں کھڑا اسے تکتا رہا پھر جیب سے والٹ اور دیگر ضروری اشیاء نکال کر میز پر ڈالیں اور صوفے پر نیم دراز ہو کر بہت سہولت سے ٹانگیں میز پر پھیلائیں اب وہ نہایت اطمینان سے سر کے پیچھے ہاتھ باندھے اسے نوچ نوچ کر زیورات اتار تا دیکھ رہا تھا جس کے ہر انداز سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ ولید اسے پکارنا چاہتا تھا مگر نجانے کیا چیز زبان کو تالو سے چپکائے ہوئے تھی۔ اپنا سجا سنورا روپ کس بیدردی سے اجاڑ رہی تھی وہ۔ اتنا صبر بھی نہیں کر رہی تھی کہ وہ نظر بھر کر دیکھ ہی لے۔ پتا نہیں کیوں وہ اتنی متنفر ہو گئی تھی حالانکہ کوئی غلط تمنا تو نہیں کی تھی اس نے اور تمنا بھی ایسی جسے حاصل کرنے میں اس کے اردگرد کے سبھی لوگ اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ وہ تو اس کی مرضی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا مگر ماں جی کا خیال تھا کہ شادی کے بعد سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا اور اس نے بھی امید پر اپنی دنیا قائم کر لی تھی۔

"اگر تم اطمینان سے بیٹھ کر میری بات سن لو تو شاید بہت سے معاملات سلجھ سکتے ہیں۔" اسے واش روم کی طرف جاتا دیکھ کر وہ ایک دم بولا۔ زینب نے مڑ کر ایک قہر زدہ نظر اس پر ڈالی۔

"شاید نہیں یقیناً" سلجھ سکتے ہوں گے مگر مجھے تمہارے ساتھ کوئی معاملات نہیں سلجھانے۔" اس کے انداز میں سرد سی قطعیت تھی۔

"کیوں؟" وہ ایک پل بھی ضائع کیے بنا اس کے سامنے آیا تھا۔

"کیونکہ یہ شادی ماں جی کی مرضی سے ہوئی ہے یا پھر شعیب بھائی کی زبردستی کی وجہ سے لہٰذا مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" دو ٹوک لہجے میں کہہ کر وہ واش روم میں گھس گئی۔ ولید نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی تھی۔

"تم نے کسی اور کی مرضی کے آگے سر جھکایا ہو گا ہمیں تو ہمارے دل نے کہا تھا۔" وہ خود بخود مسکرایا۔

"ٹھیک ہے زینب بی بی! ہم بھی دیکھیں گے کہ تم کب تک اپنی انا کا پرچم بلند رکھتی ہو۔" اس کی نگاہیں واش روم کے دروازے سے ٹکرا کر پلٹ آئیں زینب باہر آئی تو وہ گردن تک کمبل تانے اطمینان سے سو رہا تھا پتا نہیں کیوں مگر وہ اندر تک تپ گئی اگرچہ پہلے بھی ارادہ صوفے پر رات گزارنے کا تھا مگر اب تو سخت تذلیل کا احساس ہو رہا تھا۔ تیز تیز بالوں میں برش یوں پھیرا گویا سارا غصہ ادھر ہی نکال دینا ہو۔ دھاڑ سے الماری کھولی کھینچ کھانچ کر کمبل نکالا۔ اسی دھاڑ سے بند کیا۔ راستے میں آئے ٹیبل کو ٹھوکر ماری پھر تکلیف سے لب بھینچ لیے۔ ساری رات صوفے پر لیٹے کمر اکڑ گئی۔ رہ رہ کر ولید پر غصہ آرہا تھا۔ اتنا نہ ہوا کہ آکر کہہ دے تم بیڈ پر سو جاؤ۔ میں صوفے پر سو جاتا ہوں۔

تھک کر اٹھ بیٹھی۔ دونوں گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ لیے۔ گھور گھور کر کھا جانے والی نظروں سے گھورتی رہی جس کے چہرے پر بچوں جیسی معصومیت تھی۔

"بے ادب نہ ہو تو۔ بڑی ہوں میں اس سے اور بڑوں کا احترام تو لازم ہے۔" جھنجلا کر کمبل سر تک تان لیا پھر جب صبح موذن نے پہلی اذان دی تب اس کی آنکھ لگی خواب میں اس نے وحید کو دیکھا جو بڑی برہمی سے اس کے سامنے کھڑے تھے جبکہ وہ منمنا رہی تھی پھر وہیں کہیں ولید بھی آگیا۔ زینب کو اس کے چہرے پر بڑی خباثت نظر آئی وہ دھیرے دھیرے چلتا اس کے پاس آیا تھا پھر پورے استحقاق سے اس کے شانوں کے گرد اپنا بازو پھیلا دیا تھا وہ مچل کر وحید سے التجا کرنے لگی تبھی وحید نے پیروں سے ہوائی چپل اتاری اور ان دونوں کی طرف یوں بڑھے جیسے قصائی بکرے کی طرف بڑھتا ہے انہوں نے کھینچ کر زینب کو ولید کے شکنجے سے آزاد کروایا اور اس کے بعد دھپ دھپا دھپ... ولید کی شامت آگئی۔

"مت ماریں وحید' چھوڑ دیں وحید' بچہ ہے۔" وہ انہیں روکنے کو آگے بڑھی اسی چکر میں ٹھاہ کر کے ایک ضرب اس کی کمر پر لگی اور وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی سانس بیحد غیر متوازن' دھڑکن ڈگمگاتی ہوئی اور چہرہ عرق زدہ۔ اس نے پوری آنکھیں کھول کر گردن ادھر ادھر گھمائی۔ وحید کہیں نہیں تھے البتہ ولید آئینے کے سامنے کھڑا بیحد حیرانگی سے اسے دیکھ رہا تھا ہاتھ میں ہیئر برش تھا اور کمرے میں ٹائم پیس کے الارم کی آواز گونج رہی تھی۔ کھڑکھڑاتی آواز ذہن پر کوڑے برساتی رہی۔

"کیا ہوا زینب!... اور کون بچہ... کس کا بچہ۔" ولید نے جھک کر تشویش سے اس کے زرد رو چہرے کو دیکھا وہ ابھی تک سانس بحال نہیں کر پائی تھی۔

"وہ... وہ وحید..." سراسیمگی چہرے سے ہویدا تھی ایسا لگ رہا تھا کہ وحید ابھی کہیں سے نکل کر سامنے آئیں گے اور اسے مارنے لگیں گے۔

"اس کے ذہن سے تو شاید کبھی وحید لالہ نہیں نکلیں گے۔" ولید ایک دم سیدھا ہوا۔

"شادی مجھ سے ہوئی ہے اور خواب ابھی تک وحید لالہ کے دیکھے جا رہے ہیں بھگتو ولید میاں! محبت کرنے کی یہی سزا ہے۔" وہ بڑبڑایا ایک دم ہی ولید کو وحید لالہ سے بے تحاشا جلن محسوس ہوئی تھی۔

"شعیب بھائی اور تہمینہ بھابھی ناشتا لے کر آئے ہیں۔ اٹھ کر فریش ہو جاؤ۔"

زینب کے حواس بیدار ہو چکے تھے سو ایک اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی جس کے چہرے پر اب خفگی رقم تھی۔

"کاش وحید دونوں چپل اتار لیتے تو میں بھی اس ولید کے بچے کا حشر بگاڑتی۔" اس نے دانت کچکچائے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں سو رہی تھی مر نہیں گئی تھی جو مردوں کو

جگانے والا الارم لگایا تھا۔" الارم بند کرتے ہوئے اس نے ایک نگاہ بھی گلاب کی نیم جان پتیوں پر نہ ڈالی تھی جو اپنی بے قدری پر اب تک ماتم کناں تھیں ولید نے اسے دیکھا اور قد آدم آئینے کے سامنے جا رکا۔

"پچھلے آدھے گھنٹے میں میں آپ کو تقریباً پانچ بار آوازیں دے کر جگانے کی کوشش کر چکا ہوں مگر آپ تو یقیناً" پورا اصطبل بیچ کر سوئیں تھیں۔" اجنبی انداز میں گہرا طنز تھا۔

"کاش یہ اونٹ بھی اس وقت نظر آجاتا۔" وہ بڑبڑا کر واش روم میں گھس گئی اور جب ٹھنڈے یخ پانی سے نہا کر باہر نکلی تو بری طرح کانپ رہی تھی۔ بھائی بھابھی سے وہ نارمل انداز میں ملی تھی۔ شعیب بھائی نے اس کی پیشانی پر پیار کیا تھا۔

"کتنی پیاری لگ رہی ہے نا ہماری بٹی۔" انہوں نے بھابھی سے کہا تھا اور لہجے کی شفقت محسوس کر کے زینب نے ان کے سینے پر سر رکھ دیا تھا۔ ذرا سی نظر اٹھا کر قریب کھڑے ولید قاسم کو دیکھا گرے کلر کے کرتا شلوار میں وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا زینب جھنجلا سی گئی جب وہ خود خوش نہیں تھی تو اسے بھی خوش ہونے کا حق نہیں پہنچتا۔

"زینب! منہ دکھائی میں کیا ملا؟" اس کی اکتائی صورت دیکھ کر بھابھی اس کی طرف جھکیں اس نے گھبرا کر ولید کو دیکھا جو اس وقت دیگر کزنز کے ساتھ باتیں کرنے میں مشغول تھا اسے مناسب جواب نہیں سوجھ رہا تھا۔

"کیا دیا ہے ولید نے تمہیں؟" بھابھی نے اسے پھر ٹہوکا دیا تو وہ سر جھکا کر کلائی میں پڑی چوڑیوں سے کھیلنے لگی۔

"کچھ بھی نہیں۔"

"ہیں کچھ بھی نہیں۔" وہ چونکیں پھر کچھ سوچ کر ولید کی طرف گھومیں۔

"تم نے زینب کو کچھ بھی نہیں دیا۔" یہ سوال انہوں نے شعیب اور کزنز کے باہر جانے کے بعد کیا تھا۔

"ارے واہ کچھ بھی نہیں کیوں؟ اپنا آپ ان محترمہ کو سونپ دیا کیا یہ کافی نہیں ہے۔" اس نے سرسری مگر گہری نگاہ اس پر ڈالی جو اس وقت دنیا جہاں کی سنجیدگی چہرے پر سجائے نئی نویلی دلہن کی بجائے اماں دادی بنی بیٹھی تھی۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر کافی نہیں ہے تمہیں کچھ اور بھی گفٹ دینا چاہیے تھا۔"

"وہ کیوں؟"

"منہ دکھائی کا تحفہ الگ ہوتا ہے۔"

"کوئی سو بار تو یہ صورت دیکھ ہی چکا ہوں میں پھر اب کیوں الگ سے تحفہ دیتا؟"

اس نے بہت شریر انداز میں بھابھی سے دریافت کیا تھا زینب کو ہتک کا شدید ترین احساس ہوا زبان کی نوک تک تو بہت کچھ آیا تھا مگر بھابھی کے خیال سے چپ رہی۔ بھابھی ہنس رہی تھیں۔

"ضرور سو بار دیکھی ہو گی مگر دلہن بنی تو پہلی بار ہی دیکھی ہے نا۔"

"کیوں ولید! وحید بھائی کی شادی میں نہیں دیکھا تھا زینب کو؟" اسی پل ولید کی چچا زاد شازمین نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔ ولید اور بھابھی نے ایک ساعت میں زینب کو دیکھا وہاں کے تاثرات توقعات سے کچھ کم نہ تھے۔

"بالکل دیکھا تھا مگر تب دل نہیں بھرا تھا تبھی تو دوبارہ دیکھنے کا بندوبست کیا ہے۔" حد درجہ اطمینان سے جواب دے کر وہ اٹھا اور وارڈ روب کے داہنی کیبنٹ سے ہرا مخملیں کیس نکال لایا جسے کھول کر بھابھی کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"یہ ہے، رات پہنا نہیں سکا تھا لہٰذا اب پہنا دیتا ہوں۔" سب کی موجودگی کی پروا کیے بغیر اس نے گولڈ نیکلس زینب کے گلے میں پہنا دیا تھا ساتھ ہی کڑے بھی تھے جنہیں ایک ہی کلائی میں ڈال کر وہ اس کا ہاتھ تھام کر بیٹھ گیا تھا۔ بھابھی کو ایک گونا سکون ہوا جبکہ زینب کو یہ چونچلاہٹ بالکل نہ بھائی تھی اور شازمین بظاہر مسکراتے ہوئے اپنے دل کو تھپکیاں

دے رہی تھی۔ ولید جیسے شاندار بندے کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیکھنے کا خواب تو اس نے بھی دیکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ہائے یہ کیا کر رہی ہو تم؟" ماں جی کی دلخراش ہائے پر اس کے ہاتھ سے کفگیر چھوٹ گیا وہ جھٹکے سے پیچھے نہ ہٹی ہوتی تو یقیناً" گرم مسالے سے اس کے پاؤں پر تجریدی آرٹ کا بہترین نمونا بن گیا ہوتا۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے زینب، کیا کر رہی ہو تم؟" وہ صدمے کے اثر سے نکل کر اب کسی قدر غصے سے پوچھ رہی تھیں۔

"کھانا پکا رہی ہوں ماں جی!" کفگیر اٹھاتے ہوئے اس نے کسی قدر استعجاب سے جواب دیا کیونکہ ان کی وجہ ناراضگی سمجھ نہیں پائی تھی۔

"کس گدھے نے کہا ہے یہ سب کرنے کو۔" انہوں نے کفگیر اس کے ہاتھ سے لے کر اسے ایک طرف ہٹا دیا۔

"کیا تم ہمارے خاندان کی رسموں سے ناواقف ہو؟ معلوم ہے نا تمہیں کم سے کم بھی ایک مہینہ تک نئی دلہن سے کام نہیں کروایا جاتا۔" وہ اسے یاد دلا رہی تھیں زینب کو ہنسی آگئی۔

"بھلا اب ہنس کیوں رہی ہو؟"

"میں کہاں کی نئی دلہن ہوں ماں جی ایک عرصہ سے اس گھر میں رہ رہی ہوں کام کرنے کی اتنی عادت پڑ گئی ہے کہ فارغ نہیں بیٹھ سکتی۔"

"پاگلوں جیسی باتیں مت کرو زینب!" وہ ڈپٹ کر بولیں۔ "ابھی ایک ہفتہ ہی تو ہوا ہے تمہاری شادی کو میں مانتی ہوں کہ بہت عرصہ تم وحید کے حوالے سے اس گھر میں آتی رہی ہو مگر اب بات دوسری ہے پھر ولید کیا سوچے گا میری نئی نویلی دلہن کو کام پر لگا دیا۔" اب کے انہوں نے بات کو مزاح کا رنگ دینا چاہا مگر وہ مسکرا بھی نہ سکی۔

"پھر آرام کرنے کے یہی تو چند دن ہیں اس کے بعد تو سب کچھ تم ہی کو سنبھالنا ہے اور کتنے دن ہوں میں یہاں؟" انہوں نے گہرا سانس بھرا تو وہ آزردہ سی ہو کر ان سے لپٹ گئی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔ خدا آپ کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔"

"لاحول ولا۔" انہوں نے جھرجھری لی پھر اسے خود سے الگ کرتے ہوئے بولیں۔

"خاطر جمع رکھو۔ تمہارے بچوں کی شادیاں کیے بغیر اس دنیا سے جانے والی نہیں ہوں میں۔"

"جی....."

"جی۔" وہ بولیں۔ "میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ کچھ دنوں میں سارا گھر تم ہی کو سنبھالنا پڑے گا کیوں کہ حیدر میرا ویزہ بھجوا رہا ہے اور اگلے ماہ میں دبئی جا رہی ہوں۔"

"کیوں جا رہی ہیں ماں جی۔" وہ پریشان سی ہو گئی تھی۔ "یہاں کوئی تکلیف ہے آپ کو میرا مطلب ہے میری یا ولید کی وجہ سے؟"

"ارے نہیں میرے بچے! بھلا اپنے گھر میں کیا تکلیف ہو گی۔" وہ اسے ساتھ لگاتے ہوئے بولیں۔ "اس کی بیوی کے لیے جڑواں بچوں کو سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے، تبھی مجھے بلایا ہے ورنہ وہ کب ماں کو یاد کرتا ہے۔" وہ نالاں دکھائی دے رہی تھیں مگر ماں تو ماں ہوتی نا۔ بچوں کی غلطیاں کب غلطیاں لگتی ہیں۔

"پھر ذاتی بزنس چلانا کوئی آسان کام ہے وہ بیچارا ابھی کیا کرے۔ اسی موئے بزنس کی وجہ سے بھائی کی شادی میں شرکت بھی نہیں کر سکا۔" ان کے خاموش ہونے پر وہ افسردہ سی ہو گئی حیران تو خیر تھی ہی۔

"آپ نے پہلے ذکر ہی نہیں کیا کہ دبئی جا رہی ہیں۔"

"ولید نے نہیں بتایا تمہیں؟"

"نہیں... ہاں... بتایا تھا۔" اس نے بات بنائی کہ اپنے تعلق کی سرد مہری کو کمال خوب صورتی سے سب کے سامنے بہترین بنا رکھا تھا۔ پھر مزید ایک ہفتہ ہی گزرا تو اس کی اکتاہٹ عرش کو چھونے لگی۔

"بس بہت ہو چکا ماں جی! اب میں مزید ہاتھ پر ہاتھ

رکھ کر نہیں بیٹھ سکتی۔ آج کھانا میں بناتی ہوں۔" اس نے چند لفظوں میں مدعا سمیٹا تو وہ گھور کر بولیں۔

"چپکی بیٹھی رہو۔"

"ماں جی پلیز۔" وہ عاجزی سے بولی۔ "میں حد درجہ بوریت محسوس کر رہی ہوں بھلا آپ خود بتائیں کہ میں کیا کروں؟"

"گھومو پھرو عیش کرو۔ تم دونوں کی حرکتیں مجھے کچھ مشکوک لگ رہی ہیں شادی کے ابتدائی دن تو ہوتے ہی گھومنے پھرنے کے لیے ہیں تم دونوں کو تو خدا ہی سمجھے۔ دعوتوں کو بھی منع کر رکھا ہے میں پوچھتی ہوں دفتر سے اتنی دیر سے آنے کی کیا تک ہے؟" کمان کا رخ چینل سرچنگ کرتے ولید کی طرف ہوا تو وہ اطمینان سے بولا۔

"آفس میں کام بہت ہے ماں جی۔"

"ہاں ہاں سارا آفس تمہارے ہی کندھوں پر سوار ہے۔"

"اچھا کیا چاہتی ہیں آپ؟" وہ ہنوز ٹی وی اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"میں کیا چاہوں گی مگر... پہلے اس ٹی وی کو تو بند کرو۔" ولید نے والیم بہت کم کر دیا البتہ آف نہیں کیا تھا وہ کچھ دیر دل ہی دل میں بیٹے کی عقل پر ماتم کرتی رہیں پھر اکتا کر بولیں۔

"زینب کو کہیں گھما لاؤ۔" ولید نے زینب کو دیکھا جو اکتاہٹ کا شکار تھی۔

"چڑیا گھر تو اس نے دیکھ رکھا ہے۔" وہ مذاق میں ہی بات ٹال دینا چاہتا تھا کیونکہ جانتا تھا کہ زینب کبھی جانے پر راضی نہ ہوگی۔ زینب نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا آج کل ویسے بھی مذاق سمجھنے کی صلاحیت کم ہو گئی تھی۔

"ولید!" ماں جی نے اسے تنبیہی انداز میں گھورا تو وہ ہنسنے لگا۔

"شاہدرہ اور اچھرہ یہ جا چکی ہے۔ شاہی قلعہ، بادشاہی مسجد اور مینار پاکستان بھی دیکھ رکھے ہیں۔" وہ انگلیوں پر گنوانے لگا وہ ماں جی کی طرف متوجہ تھا مگر اس کے باوجود زینب کے تاثرات اسے اندر ہی اندر محظوظ کر رہے تھے۔

"یوں کر میرے لال! ہڑپہ اور موہنجو داڑو کی بکنگ کروا لے شادی کے فوراً بعد گھومنے پھرنے کے لیے اس سے زیادہ اچھی جگہ پورے پاکستان میں ہے ہی نہیں۔" ماں جی جل کر بولیں زینب کو اس جواب نے بڑا سکون دیا تھا جبکہ ولید کا قہقہہ چھت پھاڑ تھا۔

"اچھا کل ہم بھاٹی گیٹ جائیں گے ناشتا کرنے۔" اسے زینب کی تلملاہٹ مزہ دے رہی تھی جس نے تپ کر کہا تھا۔

"بھاٹی گیٹ کی بجائے لاہوری منڈی چلیں گے لسی پینے۔" اس نے فقرہ دانتوں تلے چبا ڈالا تھا ولید کی ہنسی دبانے کی کوشش ناکام ہوئی جا رہی تھی ماں جی نے باری باری دونوں کو دیکھا ان کی سنجیدگی ماں جی کو حیران کر رہی تھی۔

"تم دونوں کی کہیں مت تو نہیں ماری گئی۔"

"آپ خفا مت ہوں۔ زینب سے پوچھ لیں یہ جہاں جانا چاہے گی میں لے جاؤں گا۔" اس نے مزید جلانے کا ارادہ موقوف کرتے ہوئے سارا بار اس کے کندھوں پر ڈال دیا۔ ماں جی جھنجھلا گئیں۔

"کیوں تمہارا منہ دکھتا ہے پوچھتے ہوئے؟" انہیں شک سا گزرا۔ وہ دونوں ان کے سامنے ایک دوسرے کو بس منہ توڑ جواب ہی دیتے تھے۔

"رہنے دیں ماں جی! مجھے کہیں بھی نہیں جانا۔" وہ دروازے کی طرف بڑھی۔

"لاہوری منڈی بھی نہیں۔" اپنے پیچھے اس نے ولید کی آواز سنی تھی اور کوئی بھی جواب دیے بنا کمرے میں گھس گئی۔

"بس اتر گیا دو دن میں عشق کا بھوت... یہ نہیں کہتا کہ اپنے سے بڑی عمر کی بیوی کو ساتھ باہر لیجاتے شرم آتی ہے۔" بدگمانی ہر پہلو خود ہی تلاش کر لیا کرتی ہے وہ بیڈ پر لیٹی تھی یک دم کنپٹی کے قریب نمی سی محسوس ہوئی اس نے چھو کر دیکھا۔

"ارے میں رو کیوں رہی ہوں؟" وہ حیران ہوئی پھر

جھنجھلا کر اٹھ بیٹھی۔

✲ ✲ ✲

عجیب خاموش سی شام دھرتی پر اتری تھی آشیانوں کو لوٹتے پرندے بھی کیسے اداس اور اسی کی طرح کوفت زدہ لگ رہے تھے۔ وہ کتنی ہی دیر ٹیرس کی ہری گرل کے پاس کھڑی مشرقی افق پر پھیلتے سیاہی مائل بادلوں کو دیکھتی رہی حتیٰ کہ شام بھی اندھیرے میں تحلیل ہو گئی اپنے گرد گرم شال اچھی طرح لپیٹ کر وہ نیچے آ گئی۔ ولید کے آنے میں ابھی کچھ دیر تھی اس نے سارے گھر کی لائیٹس آن کیں اور لاؤنج میں آ گئی۔ ابھی ٹی وی آن کیا ہی تھا کہ فون گنگنا اٹھا دوسری طرف ولید تھا جس نے سلام کا جواب دیتے ہی کہا تھا۔

"میں پندرہ بیس منٹ میں آ رہا ہوں تم تیار رہنا آج فاطین نے اپنے گھر ڈنر پر انوائیٹ کر رکھا ہے۔"

زینب نے ناگواری سے لب بھینچ لیے اس خیال سے تو ذرا خوشی ہوئی تھی کہ ولید نے اس کی تنہائی کے خیال سے فون کیا ہو گا۔ اب ساری دھری رہ گئی دل تو چاہا کہہ دے مجھے کہیں نہیں جانا مگر اچھا کہہ کر ریسیور رکھ دیا ایسی کوئی خاص تیاری تو کرنی نہیں تھی اس نے لیمون کرتا، پاجامے کا انتخاب کیا جس کے ساتھ فل امبرائیڈڈ دوپٹہ تھا سوٹ کی مناسبت سے ہلکی سی جیولری پہن لی اور میک اپ اس نے نسبتاً "ڈارک" کیا تھا اتنے عرصے بعد بہت دل سے تیار ہوئی تھی سو اپنا آپ اچھا لگ رہا تھا شیگی کٹ بالوں کو اس نے یونہی کھلا چھوڑ دیا تھا۔ ولید پندرہ منٹ کی بجائے پورے پینتالیس منٹ بعد آیا تھا اور آتے ہی جلدی مچا دی تھی راستے میں اس نے فریش ریڈ روزز کا بوکے اور چاکلیٹ کیک خرید کر اسے تھما دیا تھا۔ فاطین کے گھر فاطین اس کی دو چھوٹی بہنوں اور والد نے ان کا استقبال کیا تھا۔

"بہت خوب صورت لگ رہی ہو تم۔" گال سے گال ملا کر بوسہ دیتے ہوئے فاطین نے کہا تھا اس نے بس مسکرا کر تعریف قبول کر لی۔ فاطین کے بابا نے اس کے سر پر پیار دیا تھا وہ بہت ہی شاندار پرسنیلٹی اور باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے۔ زرمین اور نوشین بھی بے حد اچھی تھیں وہ ان لوگوں کے ساتھ بہت اچھا وقت گزار رہی تھی ہر دو منٹ بعد کوئی ایسی بات ہوتی جو اسے ہنسنے پر مجبور کر دیتی اور وہ ہنستی ہی چلی جاتی کھانا بھی بہت اچھے ماحول میں کھایا گیا تھا اسے اندازہ ہوا کہ یہاں آنا ناحق نہیں گیا ماں جی کے جانے سے وہ بہت تنہائی محسوس کرنے لگی تھی پھر عبدل بھی کچھ دنوں کے لیے گاؤں گیا ہوا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد فاطین اسے اپنا اسٹوڈیو دکھانے لے گئی تھی وہ فائن آرٹس میں ماسٹرز کر رہی تھی اس کی بنائی ہوئی پینٹنگز دیکھ کر بہت متاثر ہوئی تھی اور اس کا برملا اظہار بھی کر دیا تھا فاطین اس کی بات سن کر ہنسنے لگی پھر بولی۔

"میرے پاس تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے زینب!" اپنی بڑی بڑی آنکھیں پھیلا کر اس نے تجسس پھیلانا چاہا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"اچھا... کیا؟"

"ادھر آؤ۔" وہ اسے ایک کونے میں لے گئی پھر اس نے ایک تصویر اٹھا کر زینب کے سامنے کر دی۔

"ارے... یہ تو میں ہوں۔" زینب کو خوشگوار سی حیرت ہوئی فاطین اپنے کارنامے پر خود ہی بہت خوش ہو رہی تھی۔

"ہاں بھئی یہ تم ہی ہو... میں نے بنائی ہے یہ تصویر۔" اس نے بتایا۔

"ایکچوئلی تمہارے چہرے کے ایک ایک نقش کے بارے میں مجھے ولید نے بتایا تھا بس میں نے اندازے سے تصویر بنا دی۔" فاطین تصویر پر نظریں ٹکائے شاید تنقیدی جائزہ لے رہی تھی جبکہ اس کا ذہن پہلی بات میں اٹک گیا تھا۔

"میری اور ولید کی نیٹ فرینڈشپ ہوئی تھی آہستہ آہستہ دوستی بڑھتی گئی پھر ملاقات ہوئی اور اب ہم بیسٹ فرینڈز بن چکے ہیں یو نو ہم جب بھی ملتے تھے ولید سب سے زیادہ تمہارے بارے میں ہی باتیں کرتا تھا اور میں احمد کے بارے میں۔" وہ رکی پھر بولی۔

"زینب! تم پلیز ہماری فرینڈ شپ کو غلط مت سمجھنا۔ ہم لوگ صرف دوست ہیں اور احمد سمجھتا ہے کہ..." وہ خاموش ہو کر ہونٹ چبانے لگی یکدم وہ بہت افسردہ نظر آنے لگی تھی زینب نے اس کا ہاتھ بہت پیار سے تھام لیا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم دونوں صرف دوست ہو پلیز... پلیز تم رو ؤمت۔" وہ گھبرا کر بولی۔

"اس کی وجہ یہ ہے کہ تم ولید کی محبت سے واقف ہو۔" وہ افسردگی سے ہنسی۔

"تو کیا احمد تمہاری محبت سے واقف نہیں ہے؟" وہ احمد کو نہیں جانتی تھی مگر فاطین کے انداز سے جان گئی تھی فاطین نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا تو وہ بولی۔

"خیر تم فکر مت کرو میں ولید سے کہوں گی وہ احمد کو سمجھا..."

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔" فاطین نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہماری منگنی ٹوٹ چکی ہے۔"

"اوہ۔" زینب چپ سی رہ گئی جبکہ فاطین ہنستے ہوئے کھڑی ہو گئی۔ "میں بھی کیا قصہ لے کر بیٹھ گئی۔ احمد نہیں تو کوئی اور ہی سہی چلو باہر چلتے ہیں وہ ولید مجھے کوس رہا ہو گا کہ نجانے میں اس کی بیوی کو کہاں لے گئی۔" بعض اوقات انسان اندر کا حال چھپانے کے لیے ہنسی کا سہارا لیتا ہے اور اسے لگا کہ فاطین بھی ایسا ہی کر رہی ہے بہر حال وہ اس کے ساتھ باہر آ گئی۔

"بہت خوش قسمت ہو تم زینب! کیونکہ تمہیں ولید جیسا ہزبینڈ ملا ہے مگر تم سے بھی زیادہ خوش قسمت ولید ہے کیونکہ اسے تم ملی ہو۔" کاریڈور سے گزر کر لونگ روم کی طرف جاتے ہوئے فاطین نے کہا تھا اور وہ یہ کمنٹس سن کر بہت زور سے ہنسی تھی ان کی واپسی بہت دیر سے ہوئی تھی راستہ بھر وہ منتظر ہی رہی کسی ستائشی جملے کی مگر... اور اس کی وجہ وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی یہ وہی ولید تو تھا جسے وہ بچہ سمجھتی تھی اور جس سے شادی نہ کرنے کے لیے اس نے بہت احتجاج کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ کچن سے فارغ ہو کر بیڈ روم میں آئی تو ادھ کھلے دروازے سے آتی ولید کی آواز نے اسے ٹھٹھکنے پر مجبور کر دیا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ تم اچھی خاصی ہو زینب کو چھوڑ کر تم سے شادی کر لیتا ہوں مگر تم نے کوئی رسپانس ہی نہیں دیا۔" زینب کا سر گول گول گھومنے لگا پیشانی پر کئی ایک سلوٹیں پڑ گئی تھیں۔ ولید کے بارے میں اس کی سوچ قدرے مثبت ہو گئی تھی مگر اب... دوسری طرف سے نجانے کیا کہا گیا تھا جس پر ولید بہت زور سے ہنسا تھا۔

"ارے نہیں بھئی۔ تمہاری خوب صورتی کا تو میں قائل ہوں یاد ہے اس دن ریسٹورینٹ میں وہ ساٹھ سال کا بابا کیسے پیچھے پڑ گیا تھا وہ تو شکر کرو وہاں میں آ گیا۔" گویا نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ اس کا دل دھڑ دھڑ چیخنے لگا۔ وہ پھر ہنس رہا تھا۔

"سوچ لو مجھ سا شاندار بندہ تمہیں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا۔"

"تم اشارہ تو کرو میں کل ہی تم سے شادی کر لوں گا۔" زینب نے گھومتے سر کو سنبھالتے ہوئے دروازے کا سہارا لینا چاہا تو وہ کھلتا ہی چلا گیا وہ تیزی سے وہاں سے ہٹ گئی۔ ولید نے اسے تیزی سے جاتے دیکھا پھر مسکراہٹ دبا کر بولا۔

"طینا! میں تمہیں کچھ دیر بعد رنگ کرتا ہوں۔" فاطین کیوں کیوں ہی کرتی رہی گئی اور اس نے ریسیور رکھ بھی دیا لاؤنج میں جھانکا پھر کچن میں۔ لیکن زیادہ تردد کرنا نہیں پڑا تھا کھلے ہوئے لکڑی کے منقش دروازے کے باہر وہ سیڑھیوں میں بیٹھی نظر آ گئی تھی۔ اتنی دور سے بھی اس کے چہرے سے جھانکتا تفکر دیکھ چکا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکان بکھرتی چلی گئی وہ واپس بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"آخر یہ تم کرتی کیا پھر رہی ہو زینب!"

"ہیں... کیا کیا ہے میں نے؟" اس نے حیرت سے سر اٹھایا۔

"ولید شوہر ہے تمہارا؟" تہمینہ نے اسے باور کروایا تھا۔

"معلوم ہے۔" حلق میں جاتی چائے یکدم ہی بے حد کڑوی ہو گئی تھی بھابھی کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتی رہیں پھر متانت سے بولیں۔

"معلوم ہے تو الٹی سیدھی حرکتیں کیوں کرتی ہو ایک بات بتاؤ زینب! آخر روز روز ولید سے جھگڑنے کا کیا مطلب ہے؟"

"اوہ تو آپ اس کی وکالت کرنے آئی ہیں۔"

"میں اس کی وکالت نہیں کر رہی زینب، صرف تمہیں سمجھا رہی ہوں مجھے یقین ہو چلا ہے کہ اگر تم دونوں کے جھگڑوں کی یہی رفتار رہی تو یہ شادی جسے بس ایک مہینہ ہوا ہے ٹوٹنے میں ایک پل بھی نہیں لگے گا۔" وہ اسے تاریک پہلو دکھا رہی تھیں اور وہ تو پہلے ہی ہراساں تھی مزید دہل گئی۔

"خدا نہ کرے۔"

"انشاء اللہ ایسا نہیں ہو گا۔" بھابھی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "لیکن زینب اس کے لیے تمہیں اپنا رویہ بدلنا ہو گا۔"

"آپ کہنا کیا چاہ رہی ہیں بھابھی! اور غلطی میری نہیں ہے. جھگڑے کی ابتدا ہمیشہ اس کی طرف سے ہوتی ہے۔" اس نے احتجاجاً کہا۔

"وہ ابتدا کرتا ہے تو تم تصفیہ کر لیا کرو۔ میرا جھگڑا بھی ہوتا ہے تمہارے بھائی کے ساتھ۔ مگر میں تمہاری طرح دوبدو جواب نہیں دیتی۔" وہ کچھ دیر سر جھکائے انگلیاں مروڑتی رہی پھر سر اٹھا کر بولی۔

"وہ بھی تو خاموش ہو سکتا ہے آخر کو چھوٹا ہے مجھ سے۔"

"کومت۔" وہ دھاڑیں پھر اس کی نقل اتار کر بولیں۔ "چھوٹا ہے مجھ سے۔ آخر کب تک تم عمر کا فرق لے کر بیٹھی رہو گی صرف دو سال چھوٹا ہے وہ۔ دس برس چھوٹا ہوتا تب بھی رتبہ اسی کا بڑا ہوتا تھا۔ احمق نہ ہو تو۔ میں تمہیں وارن کر رہی ہوں زینب! تم اگر اسی چھوٹائی بڑائی کے چکر میں پڑی رہیں نا تو ضرور اپنا گھر برباد کر لو گی... احمق وقت گزر جائے تو کچھ ہاتھ نہیں آتا۔"

"خدا کے لیے بھابھی مجھے مت ڈرائیں۔" اس کی آنکھوں میں موتی چمکنے لگے۔

"یہی خوف کھائے جا رہا ہے مجھے پہلے وحید کو خدا نے چھین لیا اور اب ولید..." اس کے کانوں میں وہ گفتگو سائرن کی طرف گونجنے لگی۔

بھابھی نے اسے روتے دیکھا تو بہت پیار سے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا پھر اس کی پیشانی کو ہونٹوں سے چھو کر بولیں۔

"محبت کرنے لگی ہو نا اس سے۔"

"میں پہلے بھی اس سے محبت کرتی تھی مگر..."

"مگر پہلے وہ تمہارا دیور تھا اب شوہر ہے۔" انہوں نے بات کاٹ دی۔ "سوچو ذرا کیا گزرتی ہو گی اس بیچارے کے دل پر جب وہ تمہیں اس حلیے میں دیکھتا ہو گا۔" آج وہ اسے آئینہ دکھانے کے موڈ میں تھیں۔

"میرے حلیے کو کچھ مت کہیں۔" وہ آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولی اندر خفگی بھرا تھا۔

"وہ مجھے دیکھتا ہی نہیں ہے دل پر کیا خاک گزرے گی۔" بھابھی نے امڈتی مسکراہٹ کو بڑی مشکل سے روکا۔

"اسے تو بس اپنے آفس میں کام کرنے والی لڑکیاں نظر آتی ہیں یا پھر اپنی یونیورسٹی فیلوز کی شان میں قصیدے پڑھ سکتا ہے وہ۔ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے میری طرح اسے بھی اس شادی کے لیے ماں جی نے مجبور کیا ہو گا ورنہ اس کا ایک سے بڑھ کر ایک معاشقہ مجھے ازبر ہے ہر قصہ مجھے ہی سناتا تھا۔ اس کی آنکھیں حسین ہیں تو اس کا کامپلیکشن نہایت خوب صورت ہے۔ فلانی ماہ جبین ہے تو الانی مہہ سیما۔ میں جانتی ہوں اب بھی اسے وہی نظر آتی ہیں۔" اب کی بار بھابھی ہنسی روک نہیں پائیں ہنسیں تو پھر ہنستی ہی

چلی گئیں۔
"کیوں ہنس رہی ہیں بھابھی" اس نے جھنجلا کر ٹوکا۔
"سنا ہے دن میں کم سے کم ایک گھنٹہ قہقہے لگانے سے صحت پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے بس اسی لیے۔" وہ بے حال ہوئی جا رہی تھیں۔
"یہ شغل کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھیے۔"
"تم کیا کہہ رہی تھیں ولید تمہیں دیکھتا نہیں ہے۔" انہوں نے آنکھیں رگڑیں جو لبالب بھر گئی تھیں۔
"جب بیوی تمہاری جیسی سر جھاڑ منہ پہاڑ ہو گی تو شوہر بیچارا الانیوں فلانیوں کو ہی دیکھے گا نا۔"
"آپ ہر بار مجھے ہی غلط قرار کیوں دیتی ہیں؟"
"اس لیے کہ غلط تم ہی ہو۔"
"جی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے کوئی اور پسند آ گئی ہے۔" بالآخر اس نے کہہ دیا۔
"ہیں کیا مطلب ...." بھابھی ایک دم سیدھی ہوئیں تو اس نے ساری بات بتادی جسے سنتے ہی انہوں نے سر پیٹ لیا۔
"اتنی بڑی بات اور تم مجھے اب بتا رہی ہو۔ سچ سچ بتاؤ پچھلے ایک ہفتے سے اسی لیے یہاں آکر بیٹھی ہوئی ہو نا۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تو وہ غصے سے بولیں۔
"تم سے بڑا احمق تو اس دنیا میں کوئی نہ ہو گا۔ اب اس سے پہلے کہ وہ سچ مچ دوسرا نکاح کرے تم فوراً اپنے گھر چلی جاؤ بلکہ میں ولید کو فون کر دیتی ہوں وہ تمہیں لے جائے گا۔" انہوں نے بات کو زیب داستان کے لیے بہت بڑھا دیا تھا زینب نے کچھ سوچ کر سر ہلا دیا۔
"آپ رہنے دیجیے میں ہی فون کر دیتی ہوں۔" وہ ٹیلی فون سیٹ اپنے قریب گھسیٹ کر بولی اور جانے سے قبل اسے شعیب بھائی اور بھابھی سے اپنے غلط رویے اور سخت لفظوں کے لیے معافی مانگنی تھی۔

☼ ☼ ☼

کار کی پرحدت فضا میں خاموشی گونج رہی تھی اور وہ مجسم کان بنی بیٹھی تھی شاید وہ کہے میں نے تمہیں مس کیا تھا ایک رات بھی سکون سے نہیں سو سکا کھانا کھاتے ہوئے بھی تم یاد آتی رہیں یہ سات دن میں نے بڑی مشکلوں سے کاٹے ہیں وغیرہ وغیرہ۔
مگر سارا راستہ وہ یوں سنجیدگی سے ونڈ اسکرین سے باہر بچھی سڑک پر نظریں گاڑے رہا تھا گویا اس سے بڑھ کر ضروری کام اور کوئی نہ ہو۔ اب تو وہ لوگ لاہور میں داخل ہو کر اپنی کالونی کی حدود میں بھی داخل ہو چکے تھے۔
"بدتمیز کہیں کا کیا میں نہیں جانتی اسے۔ اگر مجھے یاد کرتا رہا ہے تو کہہ کیوں نہیں دیتا۔ ہونہہ اتنا جو آڑے آتی ہے۔" وہ اندر ہی اندر جھنجلاتی رہی تبھی گاڑی گیٹ کے سامنے رک گئی مگر وہ ٹھس انداز میں بیٹھی رہی۔ ولید نے کچھ پل اس کے اترنے کا انتظار کیا پھر حیرت سے اسے دیکھا وہ حد درجہ اطمینان سے بیٹھی تھی۔
"کیا ساری رات کار میں ہی گزارنی ہے۔" اس کے پوچھنے پر وہ ٹھٹھکی پھر خجل سی ہو کر اتر گئی۔
"گیٹ اچھی طرح بند کر لینا چوکیدار نوکری چھوڑ گیا ہے۔ میں کچھ دیر میں آؤں گا۔"
چابیاں اسے تھما کر وہ کار بھگا لے گیا۔ وہ اندر آئی کچھ دیر کمر سیدھی کی جو بیٹھے بیٹھے اکڑ گئی تھی پھر کپڑے تبدیل کیے اور اپنے لیے چائے بنا کر لاؤنج میں آ گئی ٹی وی آن کر کے وہ ولید کا انتظار کرنے لگی آج وہ ہر معاملہ نمٹا دینا چاہتی تھی وال پر سجے کلاک نے چھ بجنے کا اعلان کیا تو وہ صوفے پر لیٹ گئی پھر نجانے کب آنکھ لگ گئی۔ آنکھ کھلی تو ساڑھے دس بج رہے تھے وہ حیران ہوتی اٹھ بیٹھی ایسی بے سدھ ہو کر سوئی تھی کہ وقت گزرنے کا بھی علم نہ ہوا تھا۔ وہ ولید کو سوچ کر پریشان ہو گئی جواب تک نہ آیا تھا۔ ساڑھے گیارہ بجے اس کی واپسی ہوئی۔
"یہ کوئی وقت ہے گھر آنے کا۔" اسے دیکھتے ہی وہ برس پڑی حالانکہ سوچ لیا تھا کہ غصہ نہیں کرے گی مگر

پھر بھی کوفت نے غصے میں مبتلا کر دیا۔
"تم اب تک میرے انتظار میں جاگ رہی ہو؟" ولید کے لہجے میں استعجاب استفہام تھا زینب سلگ کر رہ گئی۔
"نہیں موت کے فرشتے کے انتظار میں جاگ رہی تھی۔" کچھ جواب صرف سوچنے کے لیے ہوتے ہیں۔
"کھانا کھاؤ گے... لگا دوں۔"
"نہیں میں کھا کر آیا ہوں۔" وہ کمال رکھائی سے بولا۔
"اچھا چائے پیو گے۔" زینب نے غصے کے ابال کو اندر ہی دبایا ولید نے رخ موڑ کر اپنی مسکراہٹ چھپائی اور احسان کرنے والے انداز میں بولا۔
"دل تو نہیں چاہ رہا البتہ اگر تم پینا چاہ رہی ہو تو تمہارا ساتھ ضرور دوں گا۔" زینب سر ہلا کر کچن میں چلی گئی اور وہ بیڈ روم میں آ گیا اسے زینب کے رویے میں بڑی خوش گوار سی تبدیلی محسوس ہوئی تھی جو تیر اس نے چلایا تھا وہ نشانے پر لگا تھا وہ کپڑے تبدیل کر کے لاؤنج میں آ گیا پھر کچھ سوچ کر کچن میں، زینب برنر کے قریب کھڑی تھی اس کی پشت دروازے کی جانب تھی۔ وہ وہیں چوکھٹ سے شانہ ٹکا کر اسے دیکھنے لگا۔
"لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے۔" اس کے لبوں نے بے آواز حرکت کی پھر کھل کر مسکرا دیے۔ بلیک کھدر کے سادہ سے سوٹ میں بھی اس کا سراپا بے حد دلکش لگ رہا تھا۔ شاید یہ محبت کا خاص اعجاز ہوتا ہے کہ دل میں بسنے والے ہر حال، ہر انداز میں اچھے لگتے ہیں۔ استحقاق کہیں اندر ہی اندر انگڑائیاں لینے لگا تھا کوئی خوش کن جملہ زبان کی نوک پر مچل اٹھا تھا اس نے نگاہ چرالی مگر پھر جیسے بے بس ہو گیا۔ آج اتنے دنوں بعد اسے دیکھ کر دیکھتے رہنے کو جی چاہ رہا تھا وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے پیچھے جا رکا۔ ایک بے اختیاری سی اسے اپنے گھیرے میں لے رہی تھی۔ اس کی نظریں سیاہ بالوں سے جھانکتی صراحی دار گردن پر ٹھہر گئیں جہاں ننھا سا تل مثل ماہ مسکرا رہا تھا بس ایک پل تھا جو اسے اس چاند کے اپنا صرف اپنا ہونے کا یقین دلا گیا اس نے شہادت کی انگلی سے ریشمی پردہ ہٹا دیا اور ...
زینب کرنٹ کھا کر بہت تیزی سے مڑی تھی ولید اس کے بے حد نزدیک کھڑا تھا بس ایک ہی لمحہ تھا جو اس کا سب کچھ لے گیا۔ بے اختیاری سی بے اختیاری تھی اس کا ہاتھ اٹھا اور ولید کے گال پر نادیدہ نقش چھوڑ گیا اپنی اس جسارت پر وہ خود بھی حیران پریشان سی سن رہ گئی۔ ولید گال پر ہاتھ رکھے ہکا بکا اسے دیکھ رہا تھا۔
"کیا اسے اندازہ تھا کہ وہ کیا کر چکی ہے؟"
ولید کے اندر اشتعال کی تیز ترین لہر دوڑ کر چہرے پر سرخی رقم کر گئی وہ جبڑے مضبوطی سے ایک دوسرے پر جمائے، مٹھیاں بھینچے اسے غضب ناک نگاہوں سے دیکھ رہا تھا وہ ہونٹوں پر ہاتھ رکھے شیلف سے لگی کھڑی تھی شرمندگی اور سراسیمگی جیسے اثرات نے اس کے دل پر سوکھے پتے جیسا لرزہ طاری کر دیا تھا چائے ابل کر مزید آگ کو بھڑکانے لگی زینب کو لگ رہا تھا کہ ابھی ولید کوئی چھری اٹھا کر اس کی شہ رگ کاٹ دے گا ورنہ تھپڑوں کی بارش تو "لازماً" ہو گی مگر اس نے کچھ بھی ایسا نہیں کیا تھا بلکہ وہ مڑا تھا اور تیزی سے راستے میں آئی ہر چیز کو ٹھوکر مارتا باہر نکل گیا تھا۔
"ولید۔" وہ جیسے خوف سے نکل کر اس کے پیچھے بھاگی لیکن اس نے نہیں سنا اور گیٹ کھولتا ہوا باہر نکل گیا۔

☼ ☼ ☼

اس کی آنکھ کھلی تو لونگ روم کے کونوں کھدروں میں سے نکل کر بھائیں بھائیں سناٹا بول رہا تھا۔ ملگجے سے اجالے نے اسے احساس دلایا کہ وہ بہت دیر تک سوتی رہی ہے اس کا سر اس وقت بے حد بھاری ہو رہا تھا شاید روتے رہنے کا اثر تھا۔ ولید ساری رات گھر نہیں آیا تھا اور اس وقت گیارہ کا وقت تھا وہ بے دم ہو کر خود ہی کو کوسنے لگی اسی پل فون کی گھنٹی نے اسے متوجہ کیا تھا کسی خوش گمانی کے زیر اثر اس نے جھپٹنے کے سے انداز میں ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا دوسری

طرف بھابھی تھیں جن کی آواز سنتے ہی وہ بے اختیار رونے لگی تھی وہ ایک آن میں گھبرا گئیں۔
"مجھے آپ بہت یاد آرہی ہیں۔" ان کے بار بار استفسار پر وہ یہی کہہ سکی۔
"اف میں سمجھی ولید نے سچ مچ دوسری شادی کر لی۔"
"ابھی تک کی تو نہیں ہے مگر اب شاید کر لے۔" اس کے دل میں گونج ابھری اور آنسو ایک تواتر سے بہنے لگے دوسری طرف بھابھی نجانے کون سی تسلیاں دے رہی تھیں۔
"بھابھی آپ یہاں آجائیں پلیز مجھے... مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" اس نے کہا انہیں ساری حقیقت بتا کر وہ مزید شرمندہ نہیں ہو سکتی تھی معلوم جو تھا کہ ادھر سے بھی لعن طعن ہی ملے گی۔
"ارے ڈرنے کی کیا بات ہے بھئی ویسے میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ میں اور شعیب کوئٹہ جا رہے ہیں میری امی کا آپریشن ہے نا... اچھا ولید کہاں ہے؟" انہوں نے رک کر پوچھا تو وہ پل بھر کو خود بھی چپ سی رہ گئی کیونکہ اس بات سے تو وہ خود بھی ناواقف تھی۔
"ولید گھر پر نہیں ہے۔"
"ہیں اتنی جلدی باہر چلا گیا ابھی ایک منٹ پہلے ہی تو وہ مجھ سے بات کر رہا تھا پھر لائن کٹ گئی۔" وہ حیران ہو رہی تھیں جبکہ زینب اپنی جگہ سے یوں اچھلی جیسے کرنٹ لگا ہو پھر تیزی سے بولی۔
"اپنی امی کو میری طرف سے پوچھیے گا بھابھی اور آپ لوگ اپنا خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔" وہ پکارتی ہی رہ گئیں مگر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ صوفے پر لاوارثوں کی طرح جھولتا دوپٹہ کندھوں پر ڈالا اور ولید اور اپنے مشترکہ بیڈ روم کی طرف آگئی دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھے اگلے کئی پل اسے اس خوف کی نذر کرنے پڑے تھے جو ارد گرد منڈلا رہا تھا دل الگ دھڑ دھڑا دھڑ کر رہا تھا اس نے اندر ہی اندر آیت الکرسی کا ورد شروع کیا اور نہایت احتیاط سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی ولید اوندھے منہ بیڈ پر لیٹا ہوا تھا زینب نے بے اختیار جھرجھری سی لی وہ اتنی ٹھنڈ میں بغیر شرٹ کے لیٹا ہوا تھا۔ قریب ہی سفید سنگ مرمر کی ایش ٹرے سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھری پڑی تھی اسے دھچکا سا لگا مگر جلد ہی وہ اس کیفیت سے نکل آئی کیونکہ پچھلے دو ڈھائی ماہ اس نے دانستہ اس شخص سے بیگانہ ہو کر گزار دیے تھے اس نے اپنے دل کو بڑے پیار سے سہلایا اور طفل تسلی دے کر اس کے قریب چلی آئی۔
"ولید۔" بہت ڈرتے ڈرتے اس نے دھیرے سے پکارا مگر جواب موصول نہ ہوا تو اس نے اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھ دیا جسے بڑی بے دردی اور نفرت سے جھٹک دیا گیا تھا۔ ولید نے ٹانگیں بیڈ سے نیچے لٹکا دیں اور ساتھ ہی اخروٹی رنگ کی شرٹ پہن لی۔ زینب ابھی لفظ ہی ڈھونڈ رہی تھی جب وہ شرٹ کے بٹن بند کرتا ہوا اٹھا ایک پل میں اس کے دل میں گمان جاگا کہ وہ چلا جائے گا مگر اس نے دروازہ چوپٹ کھول دیا اور واپس آکر بیٹھ گیا ظاہر ہے اسے جانے کا حکم دیا جا رہا تھا۔
"میں جانتی ہوں ولید کہ تم مجھ سے بہت خفا ہو مگر پلیز ایک بار میری بات..."
"مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی جسٹ گیٹ آؤٹ آف ہیئر۔" اس کی بات کاٹ کر وہ بولا انداز و آواز میں لہو منجمد کر دینے والی سرد مہری تھی وہ کبھی بھی اس سے اس انداز میں بات نہیں کرتا تھا زینب کو آج اس کے لہجے و انداز کی نرمی و محبت کا اندازہ ہو رہا تھا وہ اسے دیکھے گئی جو اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی جس سے بڑے بڑے گھونٹ غالباً غصہ کم کرنے کے لیے پیے جا رہے تھے۔
"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے کیا تم مجھے..." اس کی بات پھر قطع کر دی گئی مگر اس بار ولید نے کچھ بھی کہنے سے گریز کیا تھا بوتل سائیڈ ٹیبل پر پٹخ کر وہ دروازے کے قریب جا کر یوں کھڑا ہو گیا تھا جیسے اس کے جانے کا منتظر ہو۔ مارے بے بسی کے وہ رونے لگی

نچلا ہونٹ دانتوں تلے کچلا جا رہا تھا۔
"پلیز ولید صرف ایک بار میری بات سن لو۔" اس نے روتے ہوئے التجا کی۔
"مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔" ولید نے ہر لفظ دانتوں تلے چبا ڈالا تھا۔
"مجھے تمہاری کسی بھی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے بہتر ہو گا کہ تم یہاں سے چلی جاؤ ورنہ شاید میں خود پر قابو نہ رکھ پاؤں۔" اس نے پہلی بار زینب کی طرف دیکھا اور اس کی روح تک لرز گئی دبے دبے تنبیہی لہجے میں کتنی درشتی اور برہمی تھی اور آنکھیں... آنکھیں بے حد سرخ ہو رہی تھیں گویا سارا غصہ اور نفرت وہیں سمٹ آئی ہو۔ زینب کے حلق میں کانٹے اٹک گئے اور پیشانی پر عرق چمکنے لگا اس نے کچھ کہنا چاہا مگر لفظ آواز میں ڈھل ہی نہ سکے دروازے کا ہینڈل چھوڑ کر ولید بڑے جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھا وہ ہراساں ہو کر پیچھے ہٹی مگر اس سے بھی پہلے ولید نے اسے بازو سے پکڑ کر کمرے سے باہر دھکیل دیا وہ خزاں گزیدہ پتے کی طرح لڑکھڑا کر دیوار سے ٹکرائی اور جب تک سنبھلی دروازہ ایک زوردار چیخ مار کر خاموش ہو چکا تھا وہ کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح بند دروازے پر نظروں سے دستک دیتی دیوار کے ساتھ لگی نیچے بیٹھتی چلی گئی وہ اب رو نہیں رہی تھی۔ اسے رونا آ بھی نہیں رہا تھا مگر دل تو لرزیدہ تھا نا جو چیخ چیخ کر زیاں کا احساس دلا رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ باہر نکلی تو فضا کی خاموشی چھٹ کر بادلوں کا روپ دھار چکی تھی۔ گہرے رنگ کے بادل آسمان کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک نہایت خباثت سے مسکرا رہے تھے یقیناً "اب شہر میں بارش کا غل مچنا تھا۔ وہ برآمدے میں لان سے منسلک ٹھنڈی یخ سیڑھیوں میں بیٹھ کر سامنے والی دیوار سے لپٹی بیل کو دیکھنے لگی جس کے اکا دکا کاسنی پھول ہوا کی یخ بستگی سے تھرتھرا رہے تھے۔ لان کی وہ حد جو پورچ کو لان سے الگ کرتی تھی علیک کی لمبی لمبی ٹہنیوں کو گود میں اٹھائے ساکت کھڑی تھی۔ اوس سے بھیگی گھاس بھی دبی دبی سی تھی جس وقت آسمان سے پہلا قطرہ اس زمردیں گھاس پر گرا تب ہی ایک گرم آنسو اس کے گال پر لکیر چھوڑ گیا تھا وہ انتہائی بے بسی کے عالم میں روتی ہی چلی گئی غلطی جب اپنی ہو تو انسان کسی اور کو الزام دے کر بھلا کیسے بری الذمہ ہو سکتا ہے۔
"میں ولید کو منا لوں گی معافی مانگ لوں گی اس سے۔" وہ خود ہی کو تسلیاں دینے لگی پھر چھاجوں چھاج برستے مینہ اور ٹھنڈی یخ ہوا نے اسے وہاں سے اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا اندر عبدل اپنی سرخ رضائی ارگرد لپیٹے ٹی وی کے عین سامنے بیٹھا نہایت انہماک سے نجانے کون سی پنجابی فلم دیکھ رہا تھا وہ ولید کو دیکھ کر نا چاہتے ہوئے بھی وہیں دروازے میں رک گئی جو بہت عجلت بھرے انداز میں فون پر بات کر رہا تھا پھر اس نے ریسیور رکھا اور عبدل کے پاس جا کر نجانے کیا کہا تھا پھر اسی عجلت بھرے انداز میں اس کے قریب سے نہایت اجنبیت سے گزر کر باہر چلا گیا تھا۔
"عبدل! کہاں گئے ہیں تمہارے صاحب؟" اس نے بہت جھجکتے ہوئے پوچھا تھا مگر عبدل کی ساری دلچسپی فلم میں تھی۔
"ایئرپورٹ گئے ہیں جی۔"
"ایئرپورٹ؟" اس کا دھیان ماں جی کی طرف گیا تھا۔
"وہ جی پنڈی سے مہمان آ رہے ہیں ان کو لینے گئے ہیں۔" عبدل نے والیم بڑھا دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"قمر بھائی کو یہاں لاہور میں کچھ آفیشل کام کے سلسلے میں آنا تھا میں نے سوچا کچھ میری آؤٹنگ بھی ہو جائے گی تبھی چلی آئی۔" ناشتا کرتے ہوئے شازمین نے بتایا تھا۔
"بہت اچھا کیا بھئی۔" ولید نے مسکرا کر کہا کپوں میں چائے انڈیلتے ہوئے زینب نے ذرا سی نگاہ اٹھا کر

ولید کو دیکھا وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا قمر تو صبح ہی صبح اپنے کام کے سلسلے میں چلے گئے تھے جبکہ ولید نے محض شازمین کی خاطر آفس جانا کینسل کیا تھا اور اس بات کا اظہار دانستہ یا نادانستہ کر بھی دیا گیا تھا۔

آج پورے تین دن گزر گئے تھے ان دونوں کو آپس میں بات کیے اور اب شازمین کی آمد نے اسے بالکل ہی پابند کر دیا تھا پچھلے کچھ دن اس نے اپنے پرانے بیڈ روم میں گزارے تھے اور اب وہ ہنوز صوفے کو بیڈ بنائے ہوئے تھی ساری رات بیڈ خالی پڑا رہتا کیونکہ ولید اسٹڈی کو بیڈ روم بنائے ہوئے تھا اسے دوبارہ بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا کیونکہ شازمین کو سارا لاہور دوبارہ سے دیکھنے کا شوق ہوا تھا رات کو اول تو وہ بہت دیر سے آتا اور آتے ہی اسٹڈی میں گھس جاتا تھا اس دن بھی وہ کسی کام سے روم میں آئی تو ولید وارڈ روب کھولے ٹائی میچ کر رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا پھر واپس گردن موڑ کر اپنے کام میں مگن ہو گیا تھا۔ زینب نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا مگر اب ہمت نہیں ہو رہی تھی اگلا قدم اٹھانے کی سو وہیں کھڑی نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اسے دیکھتی رہی جو اب قد آدم آئینے کے سامنے کھڑا افناف ٹائی کی ناٹ لگا رہا تھا۔ زینب ہولے ہولے چلتی اس کے پیچھے آن رکی۔ شیشے میں اس لمبے چوڑے شخص کا عکس اس کے عکس کو چھپائے ہوئے تھا۔ چہرے پر ایسی سنجیدگی جو کم سے کم زینب کے لیے نئی اب ہرگز نہ رہی تھی۔ ولید اب بالوں میں برش کر رہا تھا برش رکھ کر اس نے پرفیوم کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر اس سے پہلے ہی زینب نے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر بوتل اٹھالی اور اس کے اور آئینے کے بیچ حائل ہو گئی۔ کیمل کلر کی شرٹ پر لگے براؤن بٹنوں پر نظر جمائے بھی وہ ولید کے تاثرات جان سکتی تھی اس سے پہلے کہ وہ پرفیوم اسپرے کرتی ولید نے اس کے ہاتھ سے بوتل جھپٹ لی۔ زینب نے خائف ہو کر سوکھا حلق تر کیا۔

"محبت میں کیا معاف کرنے کی گنجائش نہیں ولید؟" ولید نے اسے بہت طنز بھری نظروں سے دیکھ کر پرفیوم پٹخا اور بیڈ پر بیٹھ کر جلدی جلدی جوتے پہننے لگا۔

"پلیز ولید۔۔ صرف ایک بار میری بات سن لو۔" اس کی آواز میں نمی سی گھل گئی تھی۔

"مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔" نہایت روکھے انداز میں کہہ کر وہ اسٹڈی میں چلا گیا اور فوراً ہی فائل لے کر واپس آیا۔

"میں جانتی ہوں کہ میں ایسا کوئی حق نہیں رکھتی مگر کیا تم مجھے اس محبت کے واسطے بھی معاف نہیں کرو گے جو تمہیں مجھ سے تھی۔" اور بلا آخر اس نے اپنی ہتھیلیاں اس کے سامنے جوڑ دیں۔ وہ گڑگڑا رہی تھی مگر ولید کے اعصاب کے تناؤ میں چنداں فرق نہ آیا۔ چہرے پر سنجیدگی اور سرد مہری کھد کے رہ گئی تھی۔ زینب کی آنکھوں سے برستے آنسو بھی اس کے لیے جیسے بارش سے زیادہ اہمیت نہ رکھتے تھے وہ اس کے چہرے پر اپنی آنکھیں گاڑے کھڑا تھا جن میں تازہ الاؤ کی سی تپش تھی اور جن کی حدت زینب نے اپنے اندر تک محسوس کی تھی تبھی تو اس کی پلکیں لرزنے لگی تھیں۔

"دیکھو ولید۔۔"

"ولید ہمیں دیر ہو رہی ہے۔" تڑاخ سے دروازہ کھول کر شازمین اندر آئی تھی زینب نے تیزی سے آنکھیں رگڑ ڈالیں۔ پلکیں جھکاتے ہوئے اس نے ولید کی سرد مہری کو گہری دلفریب مسکراہٹ میں بدلتے دیکھا تھا۔

"میں بس آ ہی رہا تھا۔" ولید کی چہکتی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی پھر شازمین کی کھنک دار ہنسی۔

"ارے کہیں میں مخل تو نہیں ہوئی۔"

"ارے نہیں یار! خیر چلو ہمیں دیر ہو رہی ہے۔"

"اوہ ہاں چلو۔ اچھا زینب آپا اللہ حافظ۔" بھاری جوتوں کے ساتھ ہائی ہیل کی ٹک ٹک پھر دروازہ بند ہونے کی آواز کہیں دور کار اسٹارٹ ہوئی اور سکوت چھا گیا کچھ دیر بعد زینب نے گردن موڑ کر دیکھا وہ دونوں کب کے جا چکے تھے اور اب وہ کمرے میں تنہا تھی۔

"زینب آپا۔" اس کے لبوں نے بے آواز حرکت کی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ نہایت اطمینان سے چینل پر چینل بدل رہی تھی۔ ایک سکون تھا آزادی کا احساس تھا جو اسے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھا ابھی کچھ دیر قبل اس نے عبدل سے ڈھیر سارے لطیفے سن کر قہقہے لگائے تھے پھر جب ہنستے ہنستے تھک گئی تھی تو اسے پکوڑے تیار کرنے کا آرڈر دے دیا تھا اور اب ٹی وی اسکرین پر نظریں جمائے وہ مسلسل ولید اور اس کے متوقع رویے کو سوچ کر دل ہی دل میں محظوظ ہو رہی تھی۔ پھر اس نے ولید کی کار کا مخصوص ہارن سنا تو چوکنی ہو کر بیٹھ گئی مگر انداز ابھی بھی لاپروا سا تھا ولید اندر آیا اور آتے ہی عبدل کو آواز دی تھی۔ زینب کی چونکہ اس کی جانب پشت تھی اس لیے چہرے کے تاثرات جان نہ سکی البتہ آواز کی کرختگی نے اسے عجیب سا احساس دلایا تھا۔ ولید نے عبدل کو سگریٹ لانے کے لیے کہا تھا اور اس کے جانے کے بعد اس کے سر پر آ کھڑا ہوا تھا۔

"تم نے شازمین سے کیا کہا ہے؟" ہاتھ میں پکڑا کوٹ صوفے پر پھینک کر اس نے سینے پر بازو باندھ لیے زینب نے سر اٹھا کر اسے قدرے حیرت سے دیکھا۔

"میں نے شازمین سے کچھ بھی نہیں کہا ہے۔" ولید نے اسے مشکوک نظروں سے گھورا پھر لفظ چبا کر بولا۔

"کیا تم نے اس سے چلے جانے کے لیے نہیں کہا؟"

"نہیں۔" وہ اطمینان سے بولی۔ "میں نے صرف یہ کہا تھا کہ لاہور میں اس کے کچھ اور رشتے دار بھی مقیم ہیں۔" اس کا انداز سراسر خبر دینے والا تھا ولید سلگ کر رہ گیا۔

"تم۔۔" وہ جانے کیا کہنے جا رہا تھا۔

"وہ صرف ہم لوگوں سے ملنے لاہور آئی تھی۔۔"

"تصحیح کر لو ولید!" وہ ٹوک کر بولی۔ "شازمین ہم سے نہیں، بلکہ صرف تم سے ملنے لاہور آئی تھی اور میرا خیال ہے دو ہفتے ملنے ملانے کے لیے کافی ہوتے ہیں اب اسے کچھ دن اپنے ماموں کے گھر قیام کرنا چاہیے۔" اس کا انداز بے حد دل جلانے والا تھا اور وہ واقعی جل گیا۔

"تم انتہائی کم عقل اور ان مینرڈ عورت ہو زینب۔"

"ہاں میں ہوں کم عقل اور ان مینرڈ بھی۔" اس کا غصہ بھی باہر آیا تھا۔

"ایک کام کرو مسٹر ولید! اپنی اسی زیادہ عقل والی اور ویل مینرڈ شازمین کو لے آؤ اس گھر میں پھر جی بھر کر اس کے ساتھ ہوٹلنگ کرنا، سینما جانا اور رات کو دو، دو ڈھائی، ڈھائی بجے واپس آنا۔ کوئی روک ٹوک نہیں کرے گا پھر تم جی بھر کر عیش کرتے رہنا۔"

"شٹ اپ۔" وہ دھاڑا تھا سارا اعتراض ہی اس لفظ عیش پر تھا پھر خود کلامی کے سے انداز میں جھنجھلایا۔

"نجانے کس جاہل سے پالا پڑا ہے۔" وہ جو اس کے یوں دھاڑنے پر خائف سی ہو گئی تھی زیادہ دیر خاموش نہ رہ سکی۔

"اس جاہل سے شادی کرنے کے لیے میں نے نہیں کہا تھا وہ تم خود تھے جو۔۔" ولید نے اس کی بات نہایت تیزی سے قطع کر دی۔

"جانتا ہوں وہ میری ہی حماقت تھی اور اپنی اس حماقت پر میں اب تک پچھتا رہا ہوں۔" اور زینب کی ساری خوش گمانی دھری کی دھری رہ گئی۔ ولید رخ موڑ چکا تھا وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور اس کے سامنے آ گئی۔

"بہت دیر تو ابھی بھی نہیں ہوئی پھر تم تو خود مختار ہو ولید قاسم! جو چاہو وہ کر سکتے ہو تو پھر چھوڑ کیوں نہیں دیتے مجھے۔ طلاق کیوں نہیں دے دیتے۔" وہ بہت زور سے بولی تھی مگر اس سے بھی زیادہ زور سے ولید کا آہنی ہاتھ اس کے گال پر پڑا تھا وہ جو تن کر کھڑی ہوئی تھی توازن برقرار نہ رکھ سکی۔ وہ کاؤچ پر گری تھی۔

اپنے لرزتے وجود کو سنبھالا دینے کی تو خیر کوئی کوشش نہ کی تھی البتہ وہ اسے دیکھے جا رہی تھی پتا نہیں حیرانگی سے یا دکھ سے۔

"بہت بکواس کر لی تم نے مگر اب ایک لفظ بھی کہا تو میں تمہیں قتل ہی کر دوں گا۔"

وہ انگلی اٹھا کر بولا تھا اور پھر کچھ سمجھ میں نہ آیا تو ٹیبل کو ٹھوکر مارتا باہر نکل گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

کتنی ہی دیر بلا مقصد سڑکوں پر کار دوڑاتے رہنے کے باوجود بھی وہ اپنے دماغ میں اٹھتے دھوئیں کو کم نہیں کر پایا تھا۔ اصل پچھتاوا تو اب ہو رہا تھا۔ ایک اذیت ہی تو تھی جو اس کے اعصاب پر ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھی جب وہ گھر سے نکلا تھا تب شام نے اپنا آنچل نہیں پھیلایا تھا اور اب سارا شہر رات کی تاریکی کو مات دینے کے لیے برقی قمقموں سے فروزاں ہو چکا تھا اس نے روڈ کے دوسری جانب بازاروں میں چلتے پھرتے لوگوں کو دیکھا جن کے چہرے آسودگی سے دمک رہے تھے اور کچھ اس جیسے بھی تو تھے اکتائے ہوئے یا جھنجلائے ہوئے۔ اس نے ایک گہرا سانس کار کی خاموشی اور اکتا دینے والی فضا میں خارج کیا اور کچھ سوچ کر آڈیو پلیئر آن کر دیا۔ ابرار الحق کا "پرتو" فل والیم میں گونجنے لگا تھا اس نے تپ کر والیم کم کیا پھر کار کے شیشے کھول دیے ٹھنڈی ہوا اس کے منہ سے ٹکرا کر بھاگنے لگی تھی۔ اس نے دوسری کیسٹ لگائی۔ عدنان سمیع اپنی خمار آلود آواز میں نہایت بھونڈا گانا گا رہا تھا اس نے پھر کیسٹ بدل دی۔ اب کی بار قدرے سکون تھا کیونکہ نصرت فتح علی کی آواز میں "آپ سے مل کر ہم" گونجنے لگا تھا۔

وہ قدرے ریلیکس انداز میں ڈرائیو کرنے لگا کبھی کبھی دل بھی عجیب حرکتیں کرتا ہے خود سے خود ہی باتیں اور پہلو گھڑ کر آپ کے سامنے رکھے جاتا ہے پھر آپ لاکھ چاہیں ان باتوں کو مان لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ اس کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔

کچھ سوچ کر اس نے موبائل اٹھا لیا۔ دوسری طرف مسلسل بیل کے باوجود فون ریسیو نہیں کیا جا رہا تھا مگر وہ مستقل مزاجی سے موبائل کان سے لگا کر بیٹھا رہا تھک ہار کر انگیج ٹون آنے لگی تو اس نے دوسری بار نمبر ملایا۔ تیسری بار ٹرائی کرتے ہوئے اس کی انگلیاں ساکت ہوئیں۔ نصرت فتح علی اب "کسے دا یار نہ وچھڑے" گا رہا تھا اس نے جھرجھری سی لے کر موبائل ڈیش بورڈ پر پٹخ دیا اور ہاتھ گرانے والے انداز میں آڈیو پلیئر آف کر دیا تھا۔

بے سمت پریشانی جھنجلاہٹ کا باعث بنتی ہے مگر وہ بے سمت تو نہ تھا اس کے باوجود جھنجلایا ہوا تھا نجانے خود پر یا اس پر... اور بالآخر تھک کر اس نے کار اس سڑک پر ڈال دی جو اس کے گھر کو جاتی تھی۔ جہاں اس وقت وہ لڑکی تنہا تھی جس سے وہ بے حد و حساب محبت کرتا تھا۔ جس کی آنکھوں میں اسے آنسو اچھے نہیں لگتے تھے۔ جس کی ہنسی سے اسے عشق تھا۔ جس نے ہاتھ جوڑ کر اسے اس کی محبت کا واسطہ دیا تھا اور... اور جسے اس نے بہت زوردار تھپڑ مارا تھا۔

"پھول لے لیں صاحب جی!" سگنل کھل چکا تھا پچھلی گاڑیاں اسے آگے بڑھنے کے لیے ہارن دے رہی تھیں جب دس گیارہ سال کے لڑکے نے جھک کر لجاجت سے کہا تھا۔ پچھلی گاڑیوں کا شور بڑھتا جا رہا تھا۔ ولید قاسم نے والٹ سے روپے نکال کر اس بچے کے ہاتھ پر رکھ دیے۔

☼ ☼ ☼

اس کی توقع کے برخلاف گھر میں داخل ہوتے ہی خاموشی نے اس کا استقبال نہیں کیا تھا سب سے پہلے تو گیٹ پر کھڑے ولدار چوہدری نے سر تک ہاتھ لے جا کر اسے سلیوٹ کیا تھا۔

"کیسے ہو ولدار؟" سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"اللہ میاں کا کرم ہے صاب۔" پوری بتیسی نکالے ولدار اسے کار لاک کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"اور تمہاری بیوی اب کیسی ہے؟" اسے یاد آیا کہ وہ اپنی بیوی کی بیماری کی وجہ سے چھٹی لے کر گیا تھا ولدار نے مثبت انداز میں سر ہلایا پھر کچھ شرماتے ہوئے بولا۔

"آپ کو بہت بہت مبارک ہو صاب۔"

"مبارک... وہ کس لیے؟" ولید حیران ہوا۔

"وہ جی... آپ چاچو بن گئے ہو۔"

"چاچو۔" وہ کچھ اور حیران ہوا پھر ایک دم بولا۔

"مگر تمہیں کس نے بتایا۔"

"میری بیوی نے۔"

"تمہاری بیوی نے؟" ولید کی حیرانگی کسی طور کم ہو ہی نہیں رہی تھی پھر جھنجلا کر بولا۔

"لیکن میرے چاچو بننے کی خبر تمہاری بیوی کو کیسے مل گئی ولدار؟"

"وہ ایسے کہ اللہ میاں نے ولدار چوہدری کو پیاری سی بیٹی دی ہے۔" پیچھے سے آتے عبدل نے مشکل آسان کی پہلے تو ولید چپ سا رہ گیا پھر مسکرا کر بولا۔

"بہت مبارک ہو ولدار! یہ لو بچی کے لیے کچھ لے لینا۔" اس نے والٹ سے پانچ سو کا نوٹ نکال کر ولدار کے ہاتھ پر رکھ دیا پھر کار کی چابی عبدل کو پکڑاتے ہوئے بولا۔

"کچھ کھانے کا سامان ہے نکال لو۔" پھر کچھ یاد آنے پر بولا۔

"اور تم بھی تو گاؤں جا رہے تھے نا آج!"

"جی سر جی! پر اب نہیں جانا۔" بے نیازی سے کہہ کر وہ سامان نکالنے لگا۔

"کیوں؟"

"اندر آئیں جی بتاتا ہوں۔" وہ سامان اٹھا کر اندر کی طرف بڑھا ولید اس کے پیچھے تھا مگر اندر جا کر عبدل کو کچھ بھی بتانا نہیں پڑا منقش دروازہ کھلتے ہی سامنے موجود تخت آج پھر آباد تھا ماں جی کے ساتھ حیدر بھائی، نوشابہ بھابی بیٹھے تھے دو ڈھائی سال کے دو بچے مائرہ اور معاویہ بھی تھے۔

"مجھے فون کر دیا ہوتا تو میں آپ لوگوں کو لینے ایئرپورٹ آ جاتا۔" ماں جی کے گلے میں بازو ڈالے وہ کہہ رہا تھا۔

"ہم نے سوچا تمہیں سرپرائز دے دیں۔" حیدر بھائی پستے چھیل رہے تھے پھر وہ وہیں بیٹھ کر ان لوگوں سے باتیں کرتا رہا جبکہ نظریں مسلسل اسے ڈھونڈ رہی تھیں کچھ دیر بعد وہ کچن سے برآمد ہوئی تھی بمعہ ٹرالی جس میں چائے کے ساتھ لوازمات سجے ہوئے تھے۔

"سوری یار ولید! تم لوگوں کی شادی میں تو ہم شریک نہیں ہو سکے البتہ مبارک تم اب قبول کر لو۔" وہ مسکراتے ہوئے دزدیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جس نے اپنا سارا چہرہ دوپٹے میں چھپا رکھا تھا آنکھیں بے حد سرخ ہو رہی تھیں اس کے دل میں ایک بار پھر شرمندگی یہاں سے وہاں بکھر گئی۔

"ولید! تم زینب کو لے کر ڈاکٹر کے پاس نہیں گئے؟" نوشابہ کے اس سوال پر ولید نے گھبرا کر ایک نظر اس پر ڈالی تھی جو اس کے سامنے چائے کا کپ رکھ کر واپس اپنی جگہ پر جا بیٹھی تھی۔

"ڈاکٹر کے پاس جانے کی کچھ خاص ضرورت تو نہیں تھی۔ بس ہلکا سا فلو ہے خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔" اس سے بھی پہلے زینب نے بات بنائی تو وہ دل ہی دل میں شکر کرنے لگا۔

"ہلکے فلو نے یہ حشر کر دیا ہے بھاری فلو کیا کرے گا۔" ماں جی نے گھر کا تو وہ مسکرانے لگی جبکہ ماں جی کہہ رہی تھیں۔

"تم نے میری بچی کا بالکل خیال نہیں رکھا ولید! دیکھو تو کتنی کمزور لگ رہی ہے۔" وہ سچ ہی کہہ رہی تھیں پھر رات دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور وہ جو سوچ رہا تھا کہ تنہائی میسر آئے موقع ہی تلاش کرتا رہ گیا دو بجے کے قریب ماں جی نے ان سب کو ڈپٹ کر اٹھایا تو زینب بولی۔

"آج میں آپ کے پاس سوؤں گی۔" ماں جی نے نہال ہوتے ہوئے اسے بانہوں میں بھر لیا اور ولید اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

"ماں جی بھی غلط ٹائم پر محبت جتاتی ہیں۔" کروٹیں

بدل بدل کر تھک گیا تو اٹھ بیٹھا خالی صوفہ منہ چڑا رہا تھا۔ گھڑی کی سوئیاں ساڑھے تین کے فگر پر ٹک ٹک ناچ رہی تھیں وہ کچھ سوچ کر کچن میں آگیا۔ کچھ دعائیں کتنی جلدی قبول ہو جاتی ہیں برنر کے قریب زینب کو کھڑا دیکھ کر اس کا دل اچھل کر خاموش ہوا تھا۔

"ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟" وہیں دروازے میں کھڑے کھڑے اس نے کہا زینب نے گردن موڑ کر اس کی جانب نہیں دیکھا تھا وہ غالباً" پہلے سے یہی کام کر رہی تھی تبھی پین میں کچھ اور دودھ ڈال دیا۔ ولید نے اسے خاموشی سے کام کرتے دیکھا پھر نپے تلے قدموں سے اس کے قریب آگیا ہاتھ بڑھا کر پہلے برنر آف کیا پھر بنا کچھ کہے اس کا ہاتھ تھاما کچن کی لائیٹ آف کی اور سیڑھیاں چڑھ کر اپنے بیڈ روم میں آگیا لاک لگا کر وہ ایک پل کو رکا پھر اس کی طرف پلٹا وہ پلکیں جھکائے زمین میں جانے کیا کھوج رہی تھی ولید نے بڑھ کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیے۔

"کہو کیسے یقین آئے گا تمہیں میری محبت کا... مر جاؤں، جان دے دوں اپنی، پھر مانو گی میری چاہت کو۔" اس کی جھکی پلکوں کو نظروں کے حصار میں لیے وہ پوچھ رہا تھا اور اس شکوے میں اپنائیت کا عنصر غالب تھا وہ جو اتنی دیر سے آنکھوں میں دھند سجائے کھڑی تھی خود سے کیا ہوا عہد بھول کر دو قدم آگے بڑھی اور اس کے سینے سے سر ٹکا کر بری طرح رو دی۔ ولید نے چند پل توقف کیا پھر بہت اطمینان اور پیار سے اس کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار باندھ دیا تھا کوئی آپ کے سامنے اپنا غم اسی لیے بہاتا ہے کہ اس کے دل میں، آپ کے لیے اپنا غم چھپا لینے کا مان ہوتا ہے۔ اس کے مسکراتے لب زینب کے ریشمی بالوں کو چھونے لگے تھے۔

وہ روتی رہی حتیٰ کہ سسکیاں، ہچکیوں میں بدل گئیں پھر جب اپنی بے اختیاری کا دھیان آیا تو شرمندہ سی ہو کر ایک طرف ہو گئی۔ ولید نے اسے گال رگڑتے دیکھا پھر مسکراہٹ دبا کر بولا۔

"میری بات کا جواب نہیں دیا تم نے۔ مر جاؤں پھر مانو گی۔"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔" وہ وہاں سے ہٹنے لگی مگر ولید نے بازو سے پکڑ کر واپس اپنے سامنے کھڑا کر دیا۔

"تم تو کبھی بھی کچھ نہیں کہتیں کیونکہ تمہاری انا تمہیں کچھ کہنے ہی نہیں دیتی۔" اس کا سارا زور انا پر تھا زینب سلگ کر رہ گئی۔

"یہ سچ نہیں ہے۔" اس نے احتجاج کیا تو وہ تلخی سے ہنسا اور بیڈ پر جا بیٹھا۔

"یہی سچ ہے زینب بی بی! کہ تمہاری اس گردن کو انا کا کلف لگا ہوا ہے جو تمہیں بعد میں بھی روکتی رہی ہے ورنہ... ورنہ میں نے کوئی غلط کام تو نہیں کیا تھا وہ حق تھا میرا۔" وہ اسے پچھلا قصہ یاد دلا رہا تھا زینب پھر سے رونے لگی وہ وہیں زمین پر دو زانو بیٹھ گئی تھی۔

"تم مجھ پر الزام لگا رہے ہو ولید! میں انا پسند تو کبھی بھی نہیں رہی۔" اس نے آنسوؤں پر قابو پانے کی خفیف سی کوشش کی۔

"مجھے لگا تھا کہ میری طرح تمہیں بھی اس شادی کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے..."

"میرے اظہار کے باوجود؟" وہ اس کے سامنے بالکل اسی کے انداز میں بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں تمہارے اظہار کے باوجود کیونکہ مجھے تمہاری باتیں صرف جھوٹ لگ رہی تھیں۔ ہمارا ساتھ کوئی دو چار روز کا تو تھا نہیں، ہم لوگ بہت عرصے سے ایک ساتھ تھے اور اس سے پہلے مجھے کبھی ایسا نہیں لگا تھا کہ... کہ تم مجھ سے دوسری قسم کی محبت کرتے ہو۔" ولید کا قہقہہ بہت بے ساختہ تھا۔

"یہ دوسری قسم کی محبت کیا ہوتی ہے بھئی میں نے تو تم سے ہمیشہ ایک ہی قسم کی محبت کی تھی۔ سچی اور پکی... اب تم ہی آنکھیں پڑھنے کے فن سے ناواقف ہو تو اس میں میرا کیا قصور" وہ بے حد شوخی سے اسے دیکھ رہا تھا زینب نے پلکیں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا اور تھکے تھکے سے انداز میں ہنس دی۔

"مجھے دنیا سے بہت ڈر لگتا تھا نا جانے ہماری شادی کو لے کر لوگوں نے کیسی کیسی باتیں بنائی ہوں گی۔" ولید کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے یہ لڑکی مرغے کی ایک ٹانگ چھوڑتی ہی نہ تھی۔

"دنیا والوں کے پاس اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ ہر وقت ہمیں یا ہماری شادی پر ہی باتیں بناتے رہیں اور جب ہمارے مذہب نے ہمیں نہیں روکا تو بھاڑ میں جائے ساری دنیا..."

"صرف اپنے فائدے کے لیے مذہب کا سہارا لینا کہاں کی شرافت ہے؟ کبھی نماز تو تم نے ایک نہیں پڑھی۔" اس نے چوٹ کی تو وہ بغیر شرمندہ ہوئے ہنسنے لگا۔

"اب پڑھوں گا بلکہ شکرانے کے نفل بھی ادا کروں گا۔"

"اور تمہیں اپنے الفاظ واپس لینے ہوں گے کیونکہ انا پسند میں نہیں بلکہ تم ہو۔" ولید نے حیران ہو کر اسے دیکھا تو وہ بولی۔

"میرے انکار کو تم نے انا کا مسئلہ بنا لیا تھا تبھی تو شادی کے بعد ایک بار بھی مجھ سے ڈھنگ سے بات نہیں کی۔"

"کیا..." وہ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "کیا ضروری ہے کہ ہر الزام میرے سر ہی آئے میں تو اسی رات ہر معاملہ نمٹا دینا چاہتا تھا۔ مگر تم تو میری شکل دیکھنے کی روادار نہ تھیں کجا کہ مجھ سے بات کرنا اور بعد میں جب میں نے خود پیش قدمی کرنی چاہی تو تم سے جواباً" تھپڑ کھانے کو ملا تھا۔" وہ نروٹھے پن سے بولا اور پہلی بار زینب نے شرمندہ ہو کر نظریں جھکانے کی بجائے بہت پیار سے اپنے شریک سفر کو دیکھا تھا۔

"اپنی اس حرکت کے لیے میں شرمندہ تھی اور ہوں بھی اور میں نے تم سے معافی بھی مانگی تھی پتا نہیں تم نے مجھے معاف کیا ہے یا نہیں... ولید! وہ بے اختیاری میں ہوا تھا یقین کرو میں نے تمہیں جان بوجھ کر نہیں مارا تھا اور... اور بدلہ تو تم لے ہی چکے ہو۔" اس نے کہتے ہوئے سر سے دوپٹہ ہٹا دیا۔ دائیں گال پر انگلیوں کے نشان موجود تھے ولید نے ہاتھ کی پشت سے

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کے معروف ناول

★ دلِ پھولوں کی بستی ـــــــ نگہت عبداللہ ـــــــ 400/-
★ جو چلے تو جہاں سے گزر گئے ـــــــ ماہا ملک ـــــــ 150/-
★ وہ حنبلی سی دیوانی سی ـــــــ آسیہ سلیم قریشی ـــــــ 400/-
★ طائر لاہوتی ـــــــ رفعت سراج ـــــــ 550/-
★ ایمان اُمید اور محبت ـــــــ عمیرہ احمد ـــــــ 180/-
اور
★ خواتین کا گھریلو انسائیکلوپیڈیا ـــــــ 600/-

سول ایجنٹ
مکتبۂ عمران ڈائجسٹ
37، اُردو بازار کراچی

ان نشانات کو چھوا۔
"میں نے تمہیں بے اختیاری میں نہیں مارا تھا بلکہ جان بوجھ کر مارا اور وجہ بدلہ لینا قطعاً نہیں تھی۔۔۔ تم اگر اب بھی میری زندگی سے نکلنے کی بات کرو گی تو میں تمہیں اس سے بھی زیادہ زور سے ماروں گا۔" وہ بہت اپنائیت و محبت سے بول رہا تھا مگر آخری بات سن کر زینب نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا ولید ہنسنے لگا پھر ٹیبل پر پڑا لائیٹر اٹھا کر سگریٹ سلگانے لگا مگر اس سے بھی پہلے زینب نے اس کے ہونٹوں کے بیچ دبا سگریٹ کھینچ لیا اور خفگی سے بولی۔
"میں اپنے گھر میں اس قسم کی فضولیات بالکل برداشت نہیں کروں گی۔"
"اچھا تو پھر کس قسم کی فضولیات برداشت کریں گی آپ؟" سینے پر بازو باندھ کر وہ شوخی سے اس کی طرف جھکا زینب اٹھ کھڑی ہوئی۔
"میں جا رہی ہوں۔ ماں جی کی آنکھ کھل گئی تو مجھے نہ پا کر پریشان ہوں گی۔" ولید نے اس کا ہاتھ کھینچ کر واپس بٹھا دیا۔
"پہلے میری آنکھوں میں جھانک کر بتاؤ تمہیں میری محبت پر یقین ہے یا نہیں۔" وہ ہٹ دھرمی سے اس کا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا زینب نے بہت سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔
"ایسے شخص کی محبت پر تو میں یقین کر ہی نہیں سکتی جو کسی اور سے شادی کا ارادہ رکھتا ہو۔" ولید نے ہونٹوں پر آئی مسکراہٹ بڑی مشکل سے روکی۔
"ارادہ تو خیر میں ابھی بھی رکھتا ہوں بلکہ تم اجازت دو تو میں کل ہی دوسری شادی کرلوں۔"
"کرلو اور اپنی محبت کا یقین بھی اسی کو دلانا۔" ناراضگی سے کہتی ہاتھ چھڑوا کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی مگر ولید کے سامنے آجانے کی وجہ سے اس کے قدموں کو وقفہ کرنا پڑا تھا۔ نجانے کیا ہوا تھا مگر زندگی کا رنگ ولید کی خواہش کے عین مطابق تھا۔
"شادی تو خیر میں کر ہی لوں گا البتہ محبت میں صرف تم سے کرتا ہوں اور یقین بھی تم ہی کو دلانا ہے۔" بند دروازے سے کمر ٹکائے وہ بہت شرارتی انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔
"مجھے جانے دو ولید!" دھڑ دھڑ کرتے دل کو سنبھالتے ہوئے وہ ہنوز سنجیدہ تھی "مجھے ابھی نیند نہیں آرہی اور تم سے ابھی بہت ساری باتیں بھی کرنی ہیں۔"
"نیند نہ آنا تمہارا مسئلہ ہے پھر کچن کا رستہ تمہیں معلوم ہے لہٰذا اپنی مدد آپ کے تحت کام کرو۔" اس نے بے نیازی دکھائی۔
"اتنے دنوں سے اپنی مدد آپ ہی کر رہا تھا مگر اب۔۔۔"
"کل تک انتظار کرو۔" وہ تیزی سے کہہ کر لاک کھولنے لگی تھی ابھی تو اسے گجرے بھی پہنانے تھے۔
"اوہ نو یعنی چائے کے لیے بھی کل تک انتظار کرنا پڑے گا۔۔۔ دس از ناٹ فیئر۔" اس کی پر احتجاج آواز پر وہ پلٹی پھر اس کے بکھرے بالوں کو کچھ اور منتشر کر کے بولی۔
"لمبی ہے غم کی رات مگر رات ہی تو ہے۔" بہت معنی خیز انداز میں کہہ کر وہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی اور اندر ولید قاسم بہت آسودگی سے مسکراتے ہوئے بیڈ پر گرنے کے انداز میں لیٹ گیا تھا اور اس رات آسمان پر ٹمٹماتے ستارے کچھ اور ٹمٹمانے لگے تھے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا تھا۔
"محبت نے جیتنے کا فن کہاں سے سیکھا ہے؟" اور یہ سوال سن کر ادھوری راتوں کے چاند نے ان کی عقل پر ماتم کیا تھا مگر وہ اپنی نازک چاندنی کو وارفتہ نگاہوں سے تکنا نہیں بھولا تھا کبھی کبھی اپنی خوشیوں کو حاصل کرنے کے لیے جھکنا پڑتا ہے اور وہ جھکنا رائیگاں نہیں ہوتا۔

☼ ☼